

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ

اَسَلُ سُوْلَةَ الْاَمَّةِ وَرَبِّ الْاَلَمِيْنَ بِكَيْفِ مَعْرِفَةِ الْاَلَمِيْنَ وَطَرِيقِ الْاَلَمِيْنَ
هُوَ الَّذِي اَمَرَ لَوْ كَرِهَ يَهُودُ خَدَاوُكُم بِكُم لَوْ تَبَيَّنَ لَكُمْ

رولوا فريز

دن کے اندام پر

جلد ۲ | صفحہ ۱۳۴۰ | نومبر ۱۹۲۱ء | نمبر ۱۱

عام طلباء

چند سالہ

فہرست مضامین

۴۲۸
۴۳۱
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰

قصیدہ ۴۰۵ - ۴۱۰
مسیح کی پہاڑی تعلیم کے یہودی غنڈ
۴۱۱ - ۴۲۳
کیا حضرت مسیحؑ نے کسی
خدائی کا دعویٰ کیا { ۴۲۴ - ۴۲۸

حضرت مولوی آزالہ الدین صاحب تالیف اولیٰ کا حریص اور محنت مندانہ تصنیف

تربیان زندگی

پچاس پیاریوں کا ایک حکمی علاج

موسمی بخار - ہیضہ - طاعون - زکہ و زکام دکھائی دے دیکر امراض جن کی تفصیل پر استعمال میں ملاحظہ کریں۔ ان سب امراض کے لئے وقت بوقت سفوف حفر میں ضرورت پڑ جاتی ہے اس لئے تربیان زندگی کی ایک آدھ شیشی گھر میں بھی اور سفر میں بھی موجود رہنی ضروری ہے۔ اس میں ایک اعجازی اثر یہ ہے کہ مرض کے شروع ہوتے استعمال ہوتے پر فوری اثر دکھاتی ہے ڈر ہے کہ زیادہ تشریح اور تفصیل اشتہاری لفظ نہ سمجھا جاوے اس لئے چند ایک معزز اصحاب جنہوں نے اس کے استعمال سے فائدہ اٹھا کر تصدیقی سرٹیفکیٹ دیئے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

کیونکہ کچھ زیادہ پختہ اور یقینی ثبوت معتبر شہادت تھی لہذا یہ ہے۔

حضرت مخدومی مولوی شیعہ علی صاحب۔ مکرم مولوی حکیم غلام محی الدین صاحب۔ مخدوم مکرم خان صاحب۔ ذوالفقار علی خان صاحب۔ ناظر امور عامہ۔ مخدومی و مکرمی پیر سراج الحق صاحب۔ دین خود غیبی بھی ہیں۔ جنہوں نے متعدد امراض پر متعدد مرتبہ استعمال کر کے تربیان زندگی کے کرشمے دیکھ چکے ہیں، مکرم مخدوم صاحب، مکرم غلام محی الدین صاحب، بی۔ بی۔ ٹی۔ سو اسٹی پر انکشاف کرتا ہوں۔

صلیٰ کا پتہ۔ کتاب گھر۔ قادیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَبِالْحَمْدِ لِلَّهِ الْمَوْلَى الْأَمِينِ
وَبِالْوَسِيلَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ الْكَافِيَّةِ

قصیدہ

در اظہار عقیدت خود باشتمال ذکر محامد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

- | | | |
|---|------------------------------------|----------------------------------|
| ۱ | بریں کہ دشمن بدیش سوخت نادانی | سخن چہ گفت خلاف مجذب بتانی |
| ۲ | چنان نمود خبیث دروں - زجیلہ و کر | کہ گوی بود غریق ضلال طغیانے |
| ۳ | چہ ہست در دل دشمن - زیامی حشر پنج | کہ کام خویش جوئے ز کذب بطلانے |
| ۴ | بہتر است لم از فریب و تر ویرش | کہ دام - دانہ نمودہ بصید نادانے |
| ۵ | بگفت گفتن بدخواہ و مرتعت کذاب | بہ شکل انس و بکر دار پویشی طانے |
| ۶ | چہ گفت دحق ہجوں من علامہ رسول | بگشت از رہ تسلیم و صدق ایمانے |
| ۷ | ہزار لعنت و نفرین کنم بریں ستمکش | ہزار تقصیر بنم بر جنہیں سخن دانے |
| ۸ | خبرداشتہ از حال من - کہ من دگر کم | من آن نیم کہ فرد شدہ سنجارستانے |
| ۹ | من آن نیم کہ بدنیائے دول بہ بند دل | من آن نیم کہ بدیدیں بلع عقیبانے |

Digitized by Khilafat Library Rabwah

- ۱۰ من آن نیم کہ بخوف و امید خلق و جان
کند عقیدت خود را ز خلق پنهان
- ۱۱ من آن نیم کہ ابا از نگار خود بکند
من آن نیم کہ بگردوز کوئے جانانے
- ۱۲ من آن غلام رسولم کہ نزد او جانے
براه یار خدا کردن است ایمانے
- ۱۳ من آن غلام رسولم کہ صد ہزار تیر
براه حضرت جانان بنزد او خوانے
- ۱۴ ہزار تیغ و سنان در ہشت الفت
بوقت زخم چو مرہم بچشت آنے
- ۱۵ فدائے حلقہ غونبار عاشقان جمال
ہزار ہا سرو جانے بعشق جانانے
- ۱۶ عجیب طبع عشاق اہل صدق و وفا
عجیب منظر کوئے بہ از گلستانے
- ۱۷ عجیب حسن و جمال لم یزلی
عجیب منظر دلیر کہ مست باشانے
- ۱۸ ہزار حسن پری پیکر ایاں و مہر دیاں
ہزار خوبی خواباں چو باغ وستانے
- ۱۹ پیش حسن نگارم چو ذرہ پیشی خورشید
نثار روئے حشیش جہان ہر جانے
- ۲۰ بہ نزد ہیچو منے ذکر حسن ہر دیاں
مکن کہ من سرے دارم بر گجہانے
- ۲۱ مرا چو جلوہ حسن رخسار سیاد آئند
رود زیاد ہمہ خلق و جملہ گہانے
- ۲۲ عجب کہ ہیچو منے ز نگار خود گردد
چہ کہ دشمن حاسد گماں بخرانے
- ۲۳ کجا بود کہ کنم ترک آن درو کوئے
کجا بود کہ گزارم ز دست دمانے
- ۲۴ مرا چو منظر دلبر در بخلق کجا
کجا بود کہ کنم کفر بعد ایمانے
- ۲۵ من آن نیم کہ کھن ترک مجدد آدم
من آن نیم ز ملائک شود چو شیطانے
- ۲۶ من آن نیم کہ کند ترک نوح کشتیاں
من آن نیم کہ بخوابد چو غرقہ طوفانے
- ۲۷ من آن نیم کہ خلاف خلیل و راہ خلیل
شود و محبت بت آذری بقدر دانے
- ۲۸ مرا بغیرت توحید ایں چنان ہو است
کہ خواہم از دل و جان شکست اوانے
- ۲۹ منم ز لشکر محمود و کار بت شکنی است
بخاطر ہمیں جوش و خروش ہر آنے
- ۳۰ عمارت ہمہ داناں خراب خواہد شد
نہ دیر ماند و نہ بت نہ شو شیطانے
- ۳۱ کجا بود کہ کنم ترک دامن موئے
کجا بود کہ بفرعون شوم چو رامانے

- ۳۲ کجا بود که کنم یا مسیح دمسازے
 ۳۳ چراز باب مسیح چو من جدا گردد
 ۳۴ بطح چند در اہم مسیح فروش نیم
 ۳۵ من آن نیم کہ بدان چو زہر نام مسیح
 ۳۶ من آن نیم کہ بگردم ز سید لولاک
 ۳۷ ز باب رحمت جہان و عالمیان
 ۳۸ مگر کسے کہ بود پیچو من غلام رسول
 ۳۹ عجیب احمد مرسل کہ ہست جہان جہا
 ۴۰ خدائے پاک و محمد رسول و ہر مرسل
 ۴۱ نمود از پیئے عشاق حق چنان ملک
 ۴۲ نہ کس رب بعالمش نہ کس بحکمت او
 ۴۳ نہ کس بزہد و تقصد نہ کس بصدق و ورع
 ۴۴ نہ کس بعشق و محبت نہ کس بقرب وصال
 ۴۵ ہزار یوسف مری بہ پیش حسنش پیچ
 ۴۶ رفیع احمد مرسل گدا شود سلطان
 ۴۷ محمد است کہ مدحت گرش رسولانند
 ۴۸ گئے بہ مدحت گیسو گئے بقامت او
 ۴۹ گئے بذکر علامات صدق او گفتم
 ۵۰ گئے بیان نشانش بترک سعی قلاص
 ۵۱ ظهور مرگ - بطاعوں - نشان نصرت
 ۵۲ بہر و بحر نشانہائے صدق او پیدا
 ۵۳ چنانکہ بہر سجا را است آیت تفجیر
- چنان کہ کرد یہودا بمکر شیطانے
 کہ ہست از پیئے در دم علاج و درمانے
 مسیح فروش دگر من دگر بہ ایقانے
 بے چو زہر بہ نزد دم برائے شیطانے
 کجا بود کہ روم از دہانیاںے
 گریزد آنکہ نخواہد نصیب از خوانے
 کجا بود کہ کند ترک باب و دامانے
 خدا نما است و جودش بفضل حملانے
 چنان نمود کہ دیدم ہمہ ہمیزانے
 کہ سرور ہمہ گشتہ از خلق گہمانے
 نہ کس رب بعرفان او بعرفانے
 نہ کس بہمت و اخلاص جذب فیضانے
 نہ کس بفیض و کرم نے تحسن و حسانے
 مزار عیسے دم از دوش بہ فیضانے
 چنانکہ موز فیضش شود سلیمانے
 وے محمد عربی شدش ثنا خوانے
 گئے بحلیہ نگش - نمود بتیانے
 کہ سوخت شمس و خورشید قمر فیضانے
 چنانکہ ذکر عشار آمد بہ قرآنے
 قرار دادہ در اخبار خود چو فرقانے
 بلکہ و ذلت علامات او باعلانے
 چنانکہ آیت تمصیر در بیابانے

- ۵۳ نشان صدق بہ نفع خلق شظا ہر
 ۵۴ چہ نوع خلق جمادات و چہ نباتاتے
 ۵۵ چہ فرقہ ہائے یہود و چہ فرماؤ ہنود
 ۵۶ چہ دوستان و فاکیش و چہ عدوئش
 ۵۷ چہ عسرویسر چہ جنگ و نہ صلح و ظفر
 ۵۸ نشان صدق او پنجاب ہند و بنگالہ
 ۵۹ نشان صدق او جنگس ممالک غربی
 ۶۰ غرض ز عالم کون و فساد چہ چیز است
 ۶۱ کسے نیامدہ از دشمنان حق بقتال
 ۶۲ کجا است آتھم ڈروئی و لیکھام کجا است
 ۶۳ کجا است قصوری کہ بد دعا کردہ
 ۶۴ کجا معاند پٹیا لوی کہ دجسل نمود
 ۶۵ برآمد خامہ چو در رد کا فرمان حق
 ۶۶ نشان صدق کہ در علیہ مذاہب بود
 ۶۷ چہ بود منظر دلکش با اجتماع عظیم
 ۶۸ فتاد بر سر ہر ساحرے پیش کلیم
 ۶۹ عجیب نمود نشانے بقوت اعجاز
 ۷۰ بوقت حرب دلائل نہ کم ز شمشیر اند
 ۷۱ بہر صحیفہ کہ اعجاز خود بہ پیش نمود
 ۷۲ بیاں نمود بہر صنف موت عیسے را
 ۷۳ چنان خلافت حیات مسیح باد وزید
 ۷۴ تاسف است مرا از ابا و مثل یہود
 چہ خاک و آب چہ آتش چہ باد و باران
 چہ نوع خلق ز حیوان چہ نوع انسان
 چہ فرقہ ہائے مسلمان چہ اہل صلبان
 چہ طبقہ ہائے رجال و نسا و حبیبان
 چہ زندگانی و مرگے چہ فرج و احزان
 نشان صدق اذ زار و دروس جاپان
 نشان صدق احوال و موم و اہل
 کہ نیست شام حقیقتش بعنوانے
 مگر بخیر حق کشتہ شد بمیدانے
 کجا جمونی و بھینی کہ بود ثبانی
 کجا کہ مرد بھلم بقرہ دیا نے
 کجا عدو بہ علی گٹھ کہ کرد کفرانے
 نمود کار صوارم بزور برمانے
 عجب نمود اثر بہر رد ادیانے
 مثال غزوہ خبیر بصدق و قانے
 نمود از پئے سحرے عصا چو ثعبانے
 کہ ہر مخالف حق ہم شدہ شناخوانے
 فزوں کلام مؤثر ز تیغ برانے
 عجب نمود پئے حجتے ز سامانے
 چنانکہ مرد بہوش حاکم صلبانے
 کہ مرگب اوشدہ در درجائے نوانے
 چہ ہم عقیدہ نصرانیاں مسلمانے

- ۵۰ خلافت حکم خدا و خلافت حکم رسول
 ۵۱ اگر چه بہر حیات مسیح کو شانند
 ۵۲ چنان تنہا مسلم نہ در وقوع آمد
 ۵۳ ازیں چه ہتک غزوست ای مسلمانا!
 ۵۴ ولے بقید حیات است عیثے مریم
 ۵۵ دگر ز ہتک میں آنکہ نزد ہر بد میں
 ۵۶ بود ز قوم کلیے یکے مسیح آمد
 ۵۷ یہود گشتہ بانکار عیثے موعود
 ۵۸ کجا مسیح محمد کجا مسیح کلیم
 ۵۹ محمد است کہ جانم فدائے اسانش
 ۶۰ تمام خلق دہانے بانتظارش بود
 ۶۱ جہاں کہ بود چو غنچہ خوش و لبستہ
 ۶۲ ہزار ہا در رحمت کشود از بزمش
 ۶۳ در اں زمان کہ طویش بشان صدق آمد
 ۶۴ خدا بمنت و رحمت چه دور آورده
 ۶۵ زمین مردہ چه سبزہ دیدہ از دم او
 ۶۶ جہاں ز ظلمت کفر و ضلال تلایکے
 ۶۷ نمود از رخ محبوب خود ہمہ خواں
 ۶۸ وجود او شدہ منظر برائے ہر مرسل
 ۶۹ بقادیان مقدس یہیں کہ بار دگر
 ۷۰ نداد دایمیں کہے شہنفت کلیم
 ۷۱ خدائے پاک نہاں بود ہجو گنج نہاں
 خلافت قول پیغمبر خلافت قرآنے
 مگر حیات نہ یا بد کہ گشت بیجانے
 کہ ہتک شاہ رسولان کند مسلمانے
 کہ مرد و ز دشما زندہ و نگہبانے
 کہ مرد نزد خدا و رسول اعوانے
 کم است آل محمد ز آل عمرانے
 مگر ز آل محمد خلافتا مکا نے
 مسیح احمد مرسل کہ شاہ دورانے
 کجا محمد عربی و ابن عمرانے
 کہ آمد است مسیح ز آل اعوانے
 دلم فدائے قدوش بجان قربانے
 بمقدش چو گلے از نسیم وستانے
 ہزار عقدہ مشکل از دشا آسانے
 جہاں بہ پیچہ شیطان بہ قید عصیانے
 کشاد باب انابت ز لہر غفرانے
 جہاں چو روضہ سر سبز و بالوانے
 شدہ بنور او تاباں چو روز تابانے
 نمود جلوہ حسنش غنی ز ہر آسانے
 نمود شان ہمہ انبیاء بافنانے
 ظہور کرد تجلی فور قارآنے
 شنیدہ ایم ازینجا بسبع عرفانے
 نزد دل خویش ہوں جانم و باشانے

- ۹۷ خوشاکے کہ تماشائے نور لم یزلی
کند چو منظر طورے بنور جانانے
- ۹۸ خوشاکے کہ بنو شید ساغ و صلیش
خوشاکے کہ بہ صہبائے اوچو سکرانے
- ۹۹ خوشاکے کہ بکوعے نگار مسکن یافت
خوشاکے کہ دمیدہ ز سوز و ہجرانے
- ۱۰۰ خوشاکے کہ چو من گشتہ طالع بخش
خوشاکے کہ نخواہد سوائے جانانے
- ۱۰۱ بیا۔ بیا و بدہ ساقیا بمن جائے
کہ تابشورش عشقش کم فدا جانے
- ۱۰۲ چناں نگاہے بمن کن کہ من بہ پڑازم
رسم بمنزل دلدادگاں بیک آنے
- ۱۰۳ چناں بہمت و حجت بمن نظر فرما
پرہم بچویش عشق لبوئے جانانے
- ۱۰۴ چناں بستی عشقے شوم بچویت
کہ تا بخت نباشد بصو سکرانے
- ۱۰۵ چناں بجزیہ حسن بقاشوم مجذوب
کہ جز نگار نامد بیا دایں جانے
- ۱۰۶ بہ حسن یاربہ بینم جہاں چو آئینہ
بروے یاربہ بینم چنان در خوانے
- ۱۰۷ حرم قدس شود مسکنم چو مرغ حرم
رسم بروضہ قدوسیایں بفیضانے
- ۱۰۸ گدائے کوئے شہانم باں امید بزرگ
بود کہ دولت علیا نواز داز خوانے
- ۱۰۹ کجا بود کہ گدائے الہی بگرد اندر
کجا بود کہ روم از درش بجرمانے

زہے سعادت قدسی اگر قبول شود

دعائے بندہ درگاہ پیش سلطانے

(غلام رسول راجیکے)

ریویوز

ہدایات زیریں۔ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی برائے مبلغین خوشخط اعلیٰ درجہ آرٹ پیپر پر حبیبی تقطیع۔

حجم ۱۴۴ صفحہ۔ بلا جلد ار مجلد ۲۔ میر قاسم علیہ صاحب ایڈیٹر فاروق سے دستیاب ہو سکتی ہے :

ست اپدیش۔ مصنفہ ایڈیٹر نورجواب "مکذیب" مصنفہ ایڈیٹر لائل گزٹ حجم ۸۰ صفحہ قیمت بلا جلد ار مجلد ۲

سوانح عمری حضرت شاہزادہ عبد اللطیف صاحب مرحوم۔ مصنفہ سید احمد نور محمد

نہاجر قادیان۔ سادہ اور مؤثر پیرایہ میں۔ قیمت ۳۳ سید صاحب موصوف سے مل سکتی ہے :

مسیح کی پٹاری تیل کے دیوی مانڈ

نمبر

تم بھی تو ویسے ہی ہو

ہم اس قسم کے دلائل کے کبھی قائل نہیں ہوئے۔ یہ کہنا کہ تم میں بھی وہی نقص
ہیں جو ہم میں ہیں اس سے ہمارے نقائص کسی طرح ملے نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس کا
صرف اس قدر فائدہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بد لگام خصم کا منہ بند ہو سکتا ہے۔
لیکن اب زمانہ وہ نہیں رہا۔ اس کا الٹا اثر ہوتا ہے اگر کسی کی طبیعت ماننے
کی طرف بھی مائل ہو جائے تو وہ بھی پھر ضد اور ہٹ سے سخت ہو جاتی ہے
اور طبیعتوں میں فطرتاً نفرت واقع ہو جاتی ہے۔ ہاں اس کا بے شک جیسا کہ
ذکر ہو چکا ہے ایک سرچ اثر ضرور ہوتا ہے وہ یہ کہ بعض دفعہ ایک شخص بڑی
بے حیائی سے اور دلیل کے نہ ہونے کے باوجود بھی اعتراض پر اعتراض کیے چلا
جاتا ہے اور بعض دفعہ اس کے اعتراض ایسے ہوتے ہیں کہ خود اس کے معتقد آپر
اُسی طرح واقع ہوتے ہیں۔ لاکھ دلائل دو اس کا منہ بند ہی نہیں ہو سکتا۔ ایسی
صورت میں سوائے اسکے کوئی چارہ نہیں کہ اس کی بد زبانیاں کا سد باب کیا جاوے
اور اس کو کہا جاوے ۔۔ کہ میاں اپنی چار پائی کے نیچے بھی لاٹھی پھر کر
دیکھو تمہیں دوسرے کی آنکھ میں تنکا نظر آ رہا ہے پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر تو نکالو
خود تمہاری معتقدات یہی ہیں اور یہی اعتراض بجنسہ ان پر وارد ہو سکتا ہے
فما کان جوابکم فہو جوابنا :

ریویو انگریزی بابت ۱۹۲۱ء میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ اسلام اہل میں

کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ وہی پرانا مذہب ہے جس کو حضرت آدم نوح ابراہیم
 موسیٰ عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء مانستے اور منواتے چلے آئے ہیں۔
 اللہ تعالیٰ صرف اُس پرانے مذہب کی تجدید ضرورت زمانہ و مکان کو مد نظر رکھتا
 ہوا کرتا چلا آیا ہے۔ یہ مذہب ایسا ہی پرانا ہے جیسا کہ انسان یعنی جسے انسان
 اور مخلوقات چلی آتی ہے یہی مذہب چلا آیا ہے۔ یہی صحیح فطرت انسانی کا مذہب
 ہے اور رہا ہے اور اسی کی طرف قرآن شریف کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے
 فطرۃ اللہ الٰہی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک
 الدین القیم۔ یعنی اسلام ہی وہ الٰہی سانچہ فطرت ہے جس میں صحیح فطرت
 انسانی ٹھیک طور پر اتر سکتی ہے۔ اس فطرت کا برقرار رکھنا مذہب کی غرض
 و غایت قرار دیا گیا ہے۔ اسی کے متعلق یہ تاکید ہے کہ اس کو ہر قسم کی آلائش سے
 پاک رکھنا چاہیئے۔ اسی کو بالکل صاف و پاک رکھنے کی ہدایت ہے انہی قواعد
 کی پابندی عین مصلحت الٰہی اور مذہب کی روح ہے بس یہی فطرت صحیحہ ہے یا
 بالفاظ دیگر انسان کا اعلیٰ و اجلی جزو ہے جس کو ہمارا فرض ہے کہ گلے اور سڑنے
 سے بچائیں۔ اس کو تروتازہ رکھیں اور اس پر کسی قسم کی خزاں نہ آنے دیں ایسا
 نہ ہو کہ یہ خشک ہو جائے اور پھر اس میں سڑنا پھوٹنا پیدا ہو جائے۔ اسی حیثیت سے
 ہم کہتے ہیں کہ اسلام نیا مذہب نہیں بلکہ سب پرانا مذہب ہے۔ پس ان حالات
 کے موجود ہوتے ہوئے اگر ہمیں بعض ایسی تعلیمات بھی مل جاویں جو مشترکہ
 طور پر بائبل میں بھی ہوں دیدوں میں بھی پائی جاویں زندہ و سستا اور وساتیر
 کا جزو بھی ہوں اور کسی اور جگہ بھی موجود ہوں تو اس سے کوئی قباحت لازم
 نہیں آتی ہے اور نہ یہ کوئی جائے تعجب ہے۔ کیونکہ خدا کے فرستادہ ایک ہی قسم
 کا پیغام لیکر ہر جگہ آئے اور جگہ اور زمانے کی ضروریات کو مد نظر رکھ کر انہوں نے
 اس پیغام کو پہنچا دیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ملنا بیکم

ابراہیم ہو سبکدہ المسلمین اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں قرآن شریف دعویٰ کرتا ہے کہ اسلام ہی مذہب ابراہیم ہے۔ علاوہ ازیں قرآن شریف کا دعویٰ ہے کہ اس میں تمام سچی تعلیمات شامل ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فیہا کتب قیمہ یعنی اس میں تمام مستند کتب شامل ہیں۔ ان دعاوی کے موجود ہوتے ہوئے پھر قرآنی تعلیمات کو سترہ کنایہ بڑی بے ہودگی ہے۔ اگر کوئی سترہ کنایہ جی کو خوش کر سکتا ہے تو اسکو مبارک ہو لیکن یہی ایک بات ہے جو ہم قرآن شریف کے اہلنامی ہونے اور اسکی ضرورت ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ اس کے سوائے اور کوئی راہ نہیں۔ اور ہر عقلمند اسی کو تسلیم کرے گا۔ پادری صاحبان لاکھ کوشش کریں اس تہذیب و ترقی کے زمانے میں کوئی سمجھدار آدمی اس امر کے تسلیم کرنے کے لئے ہرگز طیار نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے اس نے سوائے بنی اسرائیل کے تمام بنی نوع کو اندھیرے میں رکھا اور فطرت انسانی کے ہر زلنے میں ایک ہونے کے باوجود بھی کبھی کسی کو کچھ کہا اور کسی کو کچھ۔ فطرت حقہ و صحیحہ ہر وقت و ہر آن و ہر جگہ میں ایک ہی رہی ہے اور ایک ہی رہیگی۔ ہاں گہری سردی کا تغیر ہوتا رہتا ہے سو یہ عارضی اور زرا دید میں داخل ہے۔ ایسی قطع و برید ہر وقت لگی رہتی ہے اور رہیگی۔

اصل بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض صرف یہی نہیں ہوتی کہ نئے احکام و نئے قواعد و نئے اصول زندگی لوگوں کو اکر سکھاتے رہیں جو کوئی آوے ایک نئی بنیاد ڈالے۔

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت و رفت منزل بدیگر پر دست

انکی اصل غرض اصلاح نفس ہوتی ہے جو وہ قومی طور پر کرنے کے لئے مبعوث کیے جاتے ہیں اور ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ تجدید دین کریں۔ دین وہی پرانا ہوتا ہے۔ اب یہ مسلم امر ہے کہ اصلاح نفس کے لئے کوئی بہت بڑے آئینوں

اور قواعد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ روحانیت پیدا کرنے کے لئے صرف چند امور کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ بیرونی نہیں اندرونی ہوتے ہیں جن کو ظاہری صورت دینا بہت مشکل ہوتا ہے ان انبیاء کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ مخلوق کا خالق سے تعلق درست ہو جائے اور ہر انسان کا دوسرے انسان سے تعلق ٹھیک ہو جائے اسی کو دوسرے الفاظ میں ہمدردی بنی نوع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ ہر دو امر آپس میں لازم و ملزوم کے طور پر واقع ہوئے ہیں سچی انابت الی اللہ کبھی پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ سچی ہمدردی بنی نوع سے پیدا نہ ہو جائے۔ ان ہر دو امور کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کو اپنی ہستی کا علم ہو اور پھر اپنے اوپر قابو پانے کی طاقت حاصل ہو جائے یا بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ انسان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اپنے اندر قربانی کا مادہ پیدا کرے۔ امیر ہو یا غریب سب کو ایک ہی راہ پر چلنا پڑتا ہے۔ اور یہ سب بغیر بہت بڑے دنیاوی علم و فضل کے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ بہت بڑا سائنس دان ہو کہ سچی ہمدردی پیدا کر سکتا ہو یا اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق حاصل کر سکتا ہے۔ نبی کا صرف اس قدر کام ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی میں اپنے انفاس قدسی و برقی جذبہ سے ایک ایسا تغیر عظیم پیدا کر دے کہ اس انسان کی موجودہ زندگی پر ایک کامل موت وار ہو جائے اس کے لئے اس نبی کو صرف ان اصولی امور و رموز حکمت کو استعمال میں لانا پڑتا ہے جو فطرت صحیحہ میں پہلے ہی سے مرکوز ہیں اور خالق الکل نے اپنی مصلحت نامہ کے ماتحت ہر ایک طبیعت میں ان کو ودیعت کر دیا ہے یہ اصول کم بیش تمام کتب مقدسہ میں پائے جاتے ہیں۔ ضرورت اصل میں ان اصول کی اتنی نہیں ہوتی جیسی کہ اس چیز کی ہوتی ہے کہ ان اصولوں کو ایک زندہ جامہ پہنا دیا جاوے اور یہ ممکن نہیں کہ یہ بات بغیر وساطت نبی کے محل وقوع میں آسکے۔

لیکن مسیحی مشنری کو اس سے کوئی سروکار نہیں اس کا فرض ہے اعتراض کرنا جائز ہے اس نے کبھی نہیں دیکھنا کہ وہ کس پر اعتراض کر رہا ہے کہیں اعتراض گھر پر تو نہیں پڑتا۔ اس کو اصل عمارت ہے جو اس مجدد اعظم اور دنیا کے بہت بڑی محسن نے قائم کی کوئی واسطہ نہیں عمارت عالی شان ہو ہر طرح سے رہنے کے قابل ہوں تمام آرام و آسائشیں اسمیں مہیا ہوں کوئی ایک ضرورت چھوٹی یا بڑی ایسی نہ رہ گئی ہو جو اسمیں موجود نہ ہو۔ اس کا کام بس یہ ہے کہ یہ مکتہ چینی کرے کہ یہ اینٹ فلاں گرے ہوئے مقبرہ سے اٹھائی گئی ہے یہ پتھر فلاں مسما قلعہ

مسیح کی پہاڑی تعلیم کے یہودی نازلہ جلد ۲

۴۱۶

سے لایا گیا ہے۔ یہ چیز فلاں تباہ شدہ اور بڑے بڑے مکان سے لائی گئی ہے وہ یہ نہیں دیکھتا کہ ان عمارتوں میں بھی یہ چیزیں کسی اور جگہ سے لا کر لگائی گئی تھیں۔ اور پھر اسکو بھی نظر نہیں آتا کہ اگر ایک جگہ اُتو بول رہے ہوں وہاں سے اگر کچھ مصلح نکال کر کسی بہت ہی مفید کام میں لگا دیا تو گناہ کو نسا کیا۔ لیکن اس کی مسخ شدہ طبیعت یہ گوارا تو ضرور کرتی ہے کہ وہ بدنام داغ دنیا میں رہ جائے اور اس کے کھنڈرات نظر آئیں لیکن انسان کے رہنے کے لئے اس سے ذرا ہٹ کر صحت کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی اور عالیشان مکان طیار نہ ہو۔ کیونکہ اب کوئی دام افتادہ اس اُجڑے ہوئے مزار کے مجاور کے پاس کب آنے لگا۔ رارارو نا اسی امر کا ہے کہ اس کے پرانے قصہ کہانی اور گزشتہ یاد کی موجودہ عمارت بالکل کس میسر میں ڈال دی گئی ہے پس یہی وجہ ہے کہ وہ تبرہ ترکش منبھالے نئی عمارت پر کام کرنے والوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے پس ضرور ہوا کہ ہم یہ سلسلہ مضامین شروع کریں اور اسکو سمجھائیں کہ جس تباہ شدہ مقابر کی پرستش اسکو مجبو کر رہی ہے کہ نیا محل طیار نہ ہو وہ ان تباہ شدہ مقابر کی خود بوسیدہ اینٹوں وغیرہ کو دیکھے آیا اسکا مصالحہ وغیرہ کسی اور جگہ سے تو اکٹھا نہیں کیا گیا اور یہ بھی دیکھے کہ جب ان کے زمانے میں ان مقابر کی تعمیر شروع ہوئی تھی تو آیا اس وقت بھی اس قسم کے لوگ موجود تھے یا نہ تھے جو ان پر ان استخوانوں کی خاطر نئی ٹیکل بننے نہ دیتے تھے۔ پس یہ تمام چھان بین محض اسی وجہ سے شروع کی جاتی ہے والا ہمارا دل نہیں چاہتا۔ مگر چونکہ وہ مصر ہیں اس لئے ضروری ہے کہ انکھیں کھولی جاویں۔ پھر ان کو معلوم ہو کہ دوسرے کے گھر پر حملہ کرنے کے کیا معنی ہوتے ہیں۔

گزشتہ آرٹیکل (سلسلہ کے لئے دیکھو اردو ریویو جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۷ سے لیکر ۲۳۱ تک) میں ہم دکھلا چکے ہیں کہ پہاڑی وعظ کی پہلی دو آیتوں کے مابعد

عہد عتیق میں موجود ہیں اور ہم نے خلاصہ ان آیات کو بھی دیدیا ہے۔ اب ہم اس سلسلہ مضمون کو آگے چلاتے ہیں۔

تیسری تبریک یوں ہے ”مبارک وہ جو دل کے حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہونگے“ یہ زبور ۳۷- آیت ۱۱ کی نقل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ”غریب دل زمین کے وارث ہونگے“ ساتھ ہی ملاحظہ ہو زبور ۲۵ آیت ۱۳۔ اسی قسم کی آیت پولوس کی کتاب ۶ آیت ۹ میں موجود ہے ”کہ برگزیدوں کے پاس ہی نور خوشی اور اطمینان ہوگا اور وہ زمین کے وارث ہونگے“

مشر جیرلڈ فریڈ لینڈر (Mr. Gerald Friedlander) جس کی کتاب سے اس آرٹیکل کا بہت سا حصہ اور پہلے آرٹیکل کا بیشتر حصہ اخذ کیا گیا ہوکتا ہے اور اس کا اکتنا نہایت ہی صحیح ہے ”کہ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ لوقا ان برکات کا بالکل ذکر نہیں کرتا جو حلیمی صلح پسندی پاکیزگی رحم اور کریمیت کے متعلق مذکور ہیں یہ ممکن ہے کہ حضرت مسیح کی اصل تعلیم میں ان کا ذکر نہ ہو“ وجہ یہ ہے کہ لوقا جو کچھ لکھتا ہے وہ محض پولوس کی خاطر یا اس کے ایماء و ہدایت کے ماتحت۔ رسولوں کے اعمال جو نئے عہد نامہ کی پانچویں کتاب سے اور جس میں حواریوں کے حالات درج ہیں وہ بھی لوقا کی تصنیف ہے اس میں مصنف کی یہ کوشش ہے کہ پولوس کے مسلک کی حمایت کی جاوے اور اسی کی پولیسی کا اثبات ہو۔ اب یہ روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ پولوس کی تعلیم میں عمل ایک بالکل بے حقیقت چیز ہے اور شریعت اس کے نزدیک اہمیت ہے کیونکہ اس کا مقولہ ہے کہ کوئی انسان اعمال کے ساتھ نجات نہیں پاسکتا اور نہ ہی وہ راستہ باز ٹھہر سکتا ہے اس لئے لوقا کی انجیل میں ان خوبیوں کا ذکر یا ان کے ثمرات کا کوئی بیان نہیں ہو سکتا۔

پھر اسی پہاڑی وعظ میں حضرت مسیح فرماتے ہیں ”مبارک وہ جو راستہ باز کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ وہ سیر کیے جاویں گے“ دیکھئے زبور ۴۲ آیت ۱ کہتی

مسیح کی پہاڑی تعلیم کے یہودی ماخذ

جلد ۲

۴۱۸

ہے کہ ”میری روح خدا اور زندہ خدا کی پیاسی ہے“ مسٹر فریڈ لینڈر کے خیال کے مطابق راستبازی کا لفظ خاص محمد عتیق سے مخصوص ہے یرمیا باب ۳۳ آیت ۶ میں خدا تعالیٰ خود راستباز بننے کا وعدہ کرتا ہے اور کہتا ہے اس سے لوگوں کی رستگاری ہوگی۔ مٹی کی آیات کے متعلق چند نظائر ملاحظہ ہوں۔ ”تو اس کی جو سرسبز حق ہے پیروی کیجیو تاکہ توجھے اور اس زمین کا جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے وارث ہووے (استنباب ۱۶ آیت ۲۰)

اور صداقت کا انجام صلح ہوگا اور صداقت کا پھل ابدی سکھ اور آرام ہوگا (یسعیا باب ۵۵ آیت ۱) میری سنولے لوگو تم جو صداقت کی پیروی کرتے ہو اور خداوند کے جو یاں ہو (یسعیا باب ۵۵ آیت ۱) وہ جو حلیم ہیں کھاؤ نیگے اور سیر ہو اور وہ جو خداوند کا طالب ہیں اسکی تلاش کریں (زبور ۲۲ آیت ۲) وہ جو صداقت اور رحمت کی پیروی کرتا ہے زندگی اور صداقت اور عزت پاتا ہے (امثال باب ۸ آیت ۳) وہ (خدا) جو صداقت کی پیروی کرتا ہے دوست رکھتا ہے۔ (امثال باب ۹ آیت ۹) اسکے بعد کی تبریک یوں ہے ”مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائیگا“ عمدہ نظائر حسب ذیل ہیں ”مبارک ہے وہ جو مسکین کی فکر رکھتا ہے خداوند بہت کے وقت رہائی دیگا“ (زبور ۴۱ آیت ۱)

وہ جو کنکال پر رحم کرتا ہے مبارک ہے (امثال باب ۱۴ آیت ۲۱) ظالمود میں لکھا ہے جو نبی نوع پر شفقت کرتا ہے اس پر خدا شفقت کریگا۔ پانچویں تبریک مٹی کی یہ ہے ”مبارک وہ جو پاک دل ہیں کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے“ پاک دل کا لفظ زبور ۲۴ آیت ۴ میں آتا ہے اور زبور ۲، آیت ۱ بطور نمونہ کے درج کی جاتی ہے جو یہ ہے ”تس پر بھی خدا اسرائیل کے لئے جتنے صاف دل ہیں خوب ہی ہے“ اس کے علاوہ زبور ۷ آیت ۱۰ اور زبور ۱۱ آیت ۷ اور زبور ۱۵ آیت ۱۵ اور زبور ۲۵ آیت ۱۱ دوسرے نظائر ہیں۔ چھٹی تبریک یہ ہے ”مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے

بیٹے کلامینکے، پُل ر *Philos* کی جو ایک مشہور یہودی راہبانی لوگوں میں سے ہوا ہے یہ تعلیم تھی کہ ”صلح سے پیار کرو۔ صلح کی جستجو کرو اور تمام بنی نوع سے محبت کرو“ اب یہ بزرگ یہودی مسیح سے بہت پہلے گذرا ہے اور کہتے ہیں کہ طالمود بھی اس کی تصنیف ہے۔ پھلو (*Philo*) ایک دوسرا یہودی رہتی ہے اس کی تعلیم یہ ہے کہ تمام وہ لوگ جن کو تمام لوگوں کے باپ یعنی رب العالمین کا پورا پورا علم ہے وہ خداوند تعالیٰ کے برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں۔ اس بزرگ کا قول ہے کہ معرفت الہی کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق میں اپنے آپ کو رنگین کرنا تخلقوا باخلاق اللہ مشہور حدیث بھی ہے حضرت یسعیا فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ ہی سلامتی اور صلح پیدا کرتا ہے“ ملاحظہ ہو باب ۱۹۔ ”خداوند اکتا ہے کہ میں لبوں کا پھل پیدا کرتا ہوں سلامتی سلامتی اسکو جو در ہے اور اسکو بھی جو نزدیک ہے اور میں ہی اسے صحت دوں گا“ اس لئے انسان کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگیں کرے اور اسی کے نقش قدم پر گویا چلے جس کا نام سلامتی ہے ملاحظہ ہو (کوئیٹی کس رہا باب ۹) لیکن کیا ہی پاک تعلیم ہے اسلام کی جو اکتا ہے کہ خود اس مذہب کا نام سلامتی ہے اور جو اسلام کو مان لیتا ہے وہ سلام اور سلمان ہو جاتا ہے اس مذہب کا بھیجئے والا بھی ”السلام“ ہے اور اس مذہب کی انتہا بھی سلامتی ہے اور بہشت میں بھی تمام مسلمانوں کا در و وظیفہ سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اسی تبریک کے لئے ایک اور قطر یسعیا باب ۵۲ آیت ۷ میں موجود ہے ”پھاڑوں کے اوپر کیا ہی خوش نما ہیں اس کے پاؤں جو بشارتیں دیتا ہے اور سلامتی کی منادی کرتا ہے اور خیریت کی خبر لاتا ہے“ ساتھ ہی ملاحظہ ہوں ذکر بابا ۱۶ آیت ۱۹ اور ۲۲ آیت ۱۲ اور امثال باب ۱۲ آیت ۲۰۔

آخری تبرکیوں ہے۔ ”مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب تائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہی کی ہے۔“ اس کے لئے ملاحظہ ہو یسعیانی کی کتاب باب ۵ آیت ۶ اور ۷ جس میں لکھا ہے۔ ”میں اپنی پیٹھ مارنے والوں کو دیتا اور اپنے گال ان کو جو بال کو نوچتے۔ میں اپنا منہ رسوائی اور کھشوک سے نہیں چھپاتا پر خداوند یہود امیری حمایت کرتا اور اس لئے میں شرمندہ نہ ہوں گا اور اسی کے لئے میں جیٹھاق کے پتھر کی مانند اپنا منہ رکھ دیا اور مجھے یقین ہے کہ پشیمان ہوں گا۔“ اس کے بالمقابل ملاحظہ ہو یسعیانی باب ۱۵ آیت ۷ سے ۱۲ تک :

پیشتر اس کے کہ اس تبرکیوں والے مضمون کو ختم کیا جاوے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی توجہ ایک ضمنی امر کی طرف بھی منعطف کروائی جاوے کیونکہ اس کا اس مضمون سے ایک خاص تعلق معلوم ہوتا ہے۔ ہم پہلے ہی ذکر کر آئے کہ لوہا میں علم صلح جوئی یا صلح پسندی۔ پاک دلی۔ رحم اور کریمیت کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ گویا مؤلف کی طرف سے یہ سو ہو گئی ہے۔ ان کا ذکر نہ کرنا ایک خاص مصلحت کے ماتحت ہے اور عیاں کہ ہم اشارۃً ذکر بھی کر آئے ہیں کہ اسکی بڑی وجہ پولوس کی حکمت عملی ہے یہ جو کچھ کیا گیا ہے خاص پولوس کے اثر کے ماتحت کیا گیا ہے۔ ان تبرکیات کی مختلف قراءتوں کا اگر مقابلہ کیا جاوے تو صاف نظر آ رہا ہے کہ اوائل زمانہ عیسائیت میں دو گروہ موجود تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ اپنا سر کھڑا کر رہا تھا اگرچہ پورے طور پر نمودار نہیں ہوا تھا اور نہ اپنی انتہا کو۔۔۔ پہنچا تھا۔ دونوں گروہ اپنے اپنے رنگ میں ساتھ ساتھ کام کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں ایک طرف پولوس کا رنگ جھٹتا ہوا نظر آ رہا ہے تو دوسری طرف دوسرا رنگ اپنا اکھاڑا جھٹاتا ہوا نظر آ رہا ہے متی کی انجیل کا مصنف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محض اس خیال کو مد نظر رکھ کر کتاب تالیف کر رہا ہے کہ اس نے یہودیوں کو اپنے ساتھ ملا رہا ہے اسکی کتاب یہود کیلئے

لکھی جا رہی ہے مگر ساتھ ہی کہیں کہیں وہ ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ پولوس کے زیر اثر آگیا ہے۔ ہر ایک شخص جو ذرا سا بھی تذبذب کو کام میں لائے وہ سمجھ سکتا ہے کہ کشمکش ہر دو طرف سے جاری ہے۔ لیکن یہ مؤلف ہر دو گروہوں کے درمیان رہنا چاہتا ہے اور اپنی طرف سے اس کی کوشش یہ ہے کہ ہر دو متخالف گروہوں کے درمیان موازنہ قائم رکھے۔ بیشتر حصہ اس کی کتاب کا اس مضمون پر ہے کہ حضرت مسیح کی بعثت محض بنی اسرائیل اور ان کی گم شدہ بھینٹوں کے لئے مخصوص تھی اور اسی لئے وہ یہودی شریعت سے باہر نہیں جاتا بلکہ یہودی خیالات اور معتقدات کا حامی معلوم ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس امر پر اس کا بڑا زور ہے کہ اعمال کی سخت ضرورت ہے برخلاف پولوس کی تعلیم کے کہ مدارجات صرف ایمان ہے اور اعمال نہیں ملاحظہ ہو رسولوں کے اعمال اور پولوس کے خطوط ۴

حضرت مسیح کی تعلیم جو متی میں مندرج ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم میں کوئی تخصیص نہیں پائی جاتی۔ تمام ہی نوع کی ہمدردی اور ان کی نجات ان کا ورد زبان ہے۔ اور جہاں کہیں ان کے منہ سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جس میں دائرہ نجات محدود ہوتا نظر آتا ہے وہیں ایسے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں جن سے یہ تنگی خیال بالکل چھپ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر متی کی تبریکات اور لہجہ کو دیکھا جاوے۔ اس میں حضرت مسیح کوئی اپنی یا اپنے ماننے کی تخصیص نہیں لگاتے ان کی تعلیم عام ہے یعنی ہر وہ شخص جس میں وہ باتیں پائی جاتی ہوں اس برکت کا مستحق ہے جو حضرت مسیح اس کے لئے مقرر فرماتے ہیں۔ گویا بالفاظ دیگر ان تبریکات میں تمام ہی نوع شامل ہیں اس میں حضرت مسیح کا کوئی اپنا مذہب معلوم نہیں ہوتا جو بھی ان باتوں پر عمل کرے وہ نجات حاصل کر سکتا ہے مسیح کا ماننا ضروری نہیں گویا یہ عمومیت کا مذہب ہے جس میں سے شخصیت بالکل اڑا دی گئی ہے جس قدر بھی حلیم۔ غریب دل۔ غم خوار۔ پاک دل اور صلح پسند لوگ ہیں

تمام کے تمام بغیر کسی قسم کی روک ٹوک کے ابدی زندگی کے وارث ہونگے اور آسمان کی بادشاہت میں ان کو داخل کر لیا جائیگا۔ اور بات بھی صحیح ہے کہ اگر ایسے صفات والے آدمیوں کو آسمان کی بادشاہت میں داخل نہ کیا جادے تو پھر خداوند خدا نہ صرف غیر منصف بلکہ حدود عقل سے تجاوز کرنے والا معلوم ہوگا :

برخلاف اس فیض عام اور عمومیت مذہبی کے لوقا کا مذہب، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوقا غیر مسیحیوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے اور اس نے جو آسمانی بادشاہت کا نقشہ کھینچا ہے اس میں تو صرف سوائے حضرت مسیح کے عاریوں کے اور کسی کو گھسنے کی اجازت نہیں۔ ہم یہاں لوقا کے الفاظ بجزہ درج کرتے ہیں جہاں جہاں عبارات پر خط کشیدہ ہیں ان کو غور سے ملاحظہ کیا جاوے۔ ”پھر اس نے اپنے شاگردوں کی طرف نظر کر کے کہا مبارک ہو تم جو غریب ہو کیونکہ خدا کی بادشاہت تمہاری ہے مبارک ہو تم جو اب بھوکے ہو کیونکہ آسودہ ہو گے مبارک ہو تم جو اب روتے ہو کیونکہ ہنسو گے جب ابن آدم کے سبب لوگ تم سے عداوت رکھیں گے اور تمہیں خارج کر دیں گے اور لعن طعن کریں گے اور تمہارا نام برا جان کر کاٹ دیں گے تو تم مبارک ہو گے اس دن خوش ہونا۔۔۔۔۔ آسمان پر تمہارا بڑا اجر ہے۔“

یہ ممکن ہے کہ لوقا کی تعلیم ہی حضرت مسیح کی اصلی تعلیم ہو اور زتی نے یہ دیکھ کر کہ اس کے آقا نے بڑی تنگدلی سے کام لیا ہے اور اس خوف اور شرم سے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کے آقا کی تعلیم یہودی تعلیم کے مقابلے میں ناقص ثابت ہو اور اس میں صاف تنگدلی پائی جاوے اس لیے اپنے آقا کے الفاظ میں اس قسم کا تصرف کیا ہو جس سے یہ تمام نقص رفع ہو جائیں اور دنیا کی ملامت سے بچ جائیں۔ کیونکہ یہ بالکل سچ ہے کہ لوقا کی روایت جہاں تک کہ اس کا تعلیم سے تعلق ہے یہودی تعلیم کی وسعت اور عمومیت و فیض عام اور ہمدردی کل کے بالکل منافی پڑی ہوئی ہے اور یہ وہی یہودی تعلیم ہے جو عمر عتیق میں پائی جاتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے

کہ متی کی یہ کہشش ہو کہ حضرت مسیحؑ کی کھلم کھلا تبرا بازی سے جو تفریق اور خلیج
یہود اور حضرت مسیحؑ کے پیروؤں کے درمیان حائل ہو گئی تھی اس کو پاٹ دیا
جاوے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تمام تصرف لوقا کی طرف سے ہی واقع ہوا ہے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولوس اور حضرت مسیحؑ کے دوسرے حواریوں کے درمیان
ایک بین اختلاف واقع ہو گیا تھا اور دھڑے بندی قائم ہو گئی تھی اور پھر
ہی ہودا اور حضرت مسیحؑ کے درمیان میں بھی ایک صریح الشقاق اور تفریق ہو چکی
تھی۔ پولوس اور اس کے بھی خواہ اس امر پر تلے ہوئے نظر آتے ہیں کہ یہودیوں
سے قطع تعلق کر کے اغیار کو اپنے ساتھ لایا جاوے اور ان کی ہمدردیوں کو حاصل
کیا جاوے تاہم کچھ بھی کیوں نہ ہو پولوس اور لوقا ایک فریق کے سرگروہ ہیں
اور ان کا منشاء یہ ہے کہ اغیار کی حمایت کی جاوے اور انکی خاطر شریعت
اور اعمال کا جو آجوا اختیار کے راستہ میں ایک بڑی روک ہو رہے تھے اسکو
لعنت قرار دیکر بالکل اٹھا دیا جاوے تاکہ غیر اقوام کے لوگوں کے ساتھ وہ
کھلے بندوں مل سکیں پس یہ بالکل ممکن ہے کہ اصل وجہ یہود سے کلی
علیحدگی کی پولوس اور اس کے ہم نوا ہی ہوں ۔

اس مضمون کو ہم مسٹر فریڈ لینڈر کے ہی الفاظ میں ختم کرتے ہیں کہ
”یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ ان تبریکات میں بہت اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی
گئی ہے۔ ہمیں اس امر کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ ان میں
جس قدر بھی تعلیم ہے وہ سب یسوع اور زبور میں پائی جاتی ہے“
محمد دین

کتب ذیل مولوی عنایت اللہ صاحب بدھوئی پور کتب دیان سی قیتمائل سکتی ہیں :- مکتوبہ امام بہار ۶ صفحہ
عطیۃ القرآن ۱۶ صفحہ - نصائح مبلغین ۴۰ صفحہ - سی حنفی ہدایت اللہ ۱۶ صفحہ - لوح الہدیٰ ۸ صفحہ
بکری بن گئی مع سی حنفی منورہ ۱۶ صفحہ - زار و دس کا سوٹا - بخارا کے متعلق حضرت مسیحؑ کی روایت

کیا حضرت مسیحؑ نے کبھی خدائی کا دعویٰ کیا

دنیا میں جب اللہ تعالیٰ کے مامور آیا کرتے ہیں تو اس وقت انکی تائید میں خدا کے فرشتے لگ جاتے ہیں چنانچہ جس غرض کو وہ پورا کرنا چاہتے ہیں وہ آخر پوری ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس غرض کیلئے بھیجا کہ مسیح ابن مریمؑ کو جو دنیا کا ایک بڑا حصہ بہت بنا رہا ہے اس کو توڑ دیا جاوے۔ چنانچہ یہ بہت اب حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے خود بخود پگھلنا شروع ہوا ہے ذیل میں ہم ایک لیکچر کا ترجمہ دیتے ہیں جو ڈاکٹر ریش ڈل ڈین آؤ کار لائل نے

Dr Rashdal Dean of Carlisle پادریوں کے ایک بہت بڑے مجمع میں جو

کیمبرج میں جمع ہوئے تھے دیا۔ یہ پادری خود ایک بڑا مشہور و معروف آدمی ہے اور اس کے لیکچر کا یہ اثر ہوا ہے کہ تمام عیسائی دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا ہے اور عیسائی اخبارات کی رائے میں لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی الوہیت کے سوال پر دوبارہ غور کرنا چاہیے۔ ذیل میں ہم وہ لیکچر دیتے ہیں۔ بعض جگہ اختصار سے کام لیا گیا ہے کیونکہ وہ حصہ عیسائیت کے اندرونی مسائل کے متعلق ہے جن سے ہمیں سروکار نہیں۔ یہ مضمون ولایت کے روزانہ اخبار *Daily Graph* سے لیا گیا ہے دھو ہذا

موجودہ عیسوی مذہب کے علماء اور پادری کہاں تک مسیحیت کی اصلی اور سچی تعلیم سے دور جا پڑے ہیں وہ ۱۲۔ اگست کے اجلاس علماء سے ظاہر ہوتا ہے اس کانفرنس کے ایک بھرے مجمع میں ویری ریورنڈ ہسٹنگسن ریش ڈل ڈین آؤ کار لائل نے مسیح کی ابنیت اور اقنوم ثانی کے مضمون پر لیکچر دیا۔ اس نے کہا کہ آجکل بڑے زور سے اس امر کا مطالبہ ہو رہا ہے کہ روشن خیال

منہا

یو کو آیت

۲۲۵

علماء کو چاہیے کہ وہ اس امر کا روشن اور واضح طور پر اعلان کریں کہ انکی مسیح کی الوہیت سے کیا مراد ہے اور کتب مقدسہ میں جہاں کہیں یہ الفاظ آتے ہیں وہاں ان کا کیا مفہوم سمجھنا چاہیے اس مضمون کے منفی پہلو پر تو ڈاکٹر موصوف نے کہا کہ حضرت مسیحؑ نے کبھی دیکھی نہیں کیا کہ وہ خدا تھے۔ یہ ممکن ہے کہ انہوں نے خود بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کے لفظ سے پکارا ہو یا صحیح طور یوں کہنا چاہیے کہ آپ نے کم از کم دوسروں کو اس لفظ سے اپنے آپ کو پکارتے ہوئے نہ روکا ہو لیکن یہ کسی صحیح حدیث یا روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ جہاں تک ان کا اپنا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ بقائمی ہوگا جو اس تھا وہ سوائے انسان ہونیکے حیثیت سے علاوہ کوئی اور شخصیت ہونیکے حیثیت سے تھا یہی نہیں بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ جیسا ان کا تعلق خدا سے ہے ویسا ہی دوسرے انسانوں کا بھی ہو جائے ۔

اس سے صاف طور پر عیاں ہے کہ حضرت مسیحؑ پورے معنوں میں انسان تھے۔ ان کا نہ صرف جسم ہی انسان تھا بلکہ ان کی نزوح عقل اور ارادہ سب انسانی تھے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ مسیحی چرچ نے اس سچائی کے تسلیم کرنے میں بہت عرصہ سے پس و پیش ضرور کیا ہے.....

مجھے اندیشہ ہے کہ بہت سے لوگ اپنے آپ کو ایماندار سمجھتے ہیں ان کا بھی عیسیٰ عقیقہ ہے کہ مسیح میں انسانیت بالکل رہتی صرف اقنوم ثانی نے انسانی شکل اختیار کی ہوئی تھی۔ مجھے بہت سے ایسے تعلیم یافتہ اور روشن خیال رومن کیتھولک لوگوں کا علم ہے جو اس امر سے محض نا آشنا ہیں کہ حضرت مسیحؑ میں انسانی روح موجود تھی اور نیز یہ کہ چرچ کی بھی یہی تعلیم ہے۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ آجکل جس کے عام طور پر مسیحی تعلیم سمجھا جاتا ہے وہ ایڈولی نیری ازم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ میں انسانیت بالکل نہ تھی آپ صرف اقنوم ثانی تھے جنہوں نے

۴۲۶ کیا حضرت مسیحؑ نے کبھی خدائی کا دعویٰ کیا جلد ۲

انسانی شکل اختیار کی ہوئی تھی۔ رو من کینٹھو کا مذہب کے بعض بڑے سرگرم حامی گواہ اس امر سے انکار کریں لیکن حقیقت الامر یہ ہے کہ وہ بھی دانستہ یا نادانستہ اس اپولی نیری ازم (Apollinarism) کے اثر کے ماتحت ہیں کیونکہ ان کے اعتقاد میں حضرت مسیحؑ میں انسانی ارادہ نہ تھا۔ ڈاکٹر ریش ڈل نے یہ بھی آگے چلا کر کہا کہ یہ عقیدہ رکھنا بھی حضرت مسیحؑ کی تعلیم کے خلاف ہے کہ حضرت مسیحؑ کی روح پہلے ہی سے موجود تھی یعنی مخلوق نہ تھی یہ بھی وہی ملحدین ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ مسیح انسان نہ تھا صرف اقنوم ثانی تھا اور قدیم سے موجود تھا۔

پھر حضرت مسیحؑ کا الٰہی صفات والا بندہ ہونا اس امر کا مستلزم نہیں ہے کہ آپ کی پیدائش ضروری کنواری کے پیٹ سے ہو یا یہ کہ کسی اور مہجرانہ صورت سے رونما ہوئی ہو۔ اگر تاریخی طور پر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ حضرت مسیحؑ بن باپ پیدا ہوئے تھے تو اس سے ان کی الٰہیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی اس امر کا عدم ثبوت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ میں الٰہیت نہ تھی۔ اور نہ ہی حضرت مسیحؑ کی الٰہیت سے یہ مراد ہے کہ آپ عالم الغیب تھے۔ جبے بشپ گور کے بیمن (Bampton) لیکچر شائع ہوئے ہیں اس وقت سے یہ ضرورت کم ہو گئی ہے کہ اس امر پر حد سے زور دیا جائے کہ حضرت مسیحؑ عالم الغیب نہ تھے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کا محدود العلم ہونا ابھی تک لوگوں کے دلوں میں بیٹھا نہیں۔ موت و حشر و بعد الموت و دوزخ و جنت کے متعلق جس قدر بھی موجودہ زمانے میں تحقیقات ہو چکی ہیں وہ سب اس امر کو ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت مسیحؑ کے عالم الغیب نہ ہونے اور محدود العلم و العقل انسان ہونے کے متعلق جو قدر بھی زور دیا جاوے وہ کم ہے یہاں تک کہ بشپ گور بھی تسلیم کرنے کے لئے طیارہ نہ ہوں حضرت مسیحؑ نے ان مکرہ بالا

امور کے متعلق جو کچھ بھی کہا ہے اس کو آپ کتنا ہی ہلکا کر کے دکھادیں اور کوشش کریں کہ حضرت مسیحؑ نے یہ بھی نہیں کہا اور وہ بھی نہیں کہا۔ تاہم اس امر کے تسلیم کیئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ حضرت مسیحؑ کی بہت سی امیاریں جو آیت ۱۰ سے وابستہ تھیں وہ بر نہ آئیں۔ اور تاریخ ان کی تصدیق نہیں کرتی۔

پس اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا اور انسان کے درمیان کیا تعلق ہے یہ بات غلط ہے کہ انسان محبت طور پر پیدا کیا گیا ہے اور اسکے پیدا کرنے میں کوئی الٰہی مقصد نہیں ہے۔ خدا اور انسان کے درمیان ایک گہرا تعلق اور لگاؤ ہے۔ انسان اصل میں اس مصور کل کے ذہن کی ایک تصویر ہے نیز تمام انسان اس فطر العقل کا ایک محدود عکس ہیں۔ اور یہ تمام صنیع خیالات الٰہی خیالات کی نئی تصویر ہوتے ہیں۔

..... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جس چیز کو ضمیر انسانی جو کہ ایک خداوند طاقتور ایک اعلیٰ و اکمل نمونہ خیال کرتا ہے وہ بھی اصل میں اس الٰہی منشاء کا اظہار ہوتا ہے اور اس ارادہ الٰہی کا انکشاف ہی ایک قسم کا الہام ہے جو ہر دم اور ہر وقت نصرت صحیحہ سے اظہار پذیر ہوتا رہتا ہے۔

اہل فلاسفہ اچھی طرح سے سمجھ گئے ہیں کہ عیسائی عقیدہ جو حلول اور اوتار کے متعلق ہے اسکی تہ کے نیچے ایک حقیقت مرکوز ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں جو کچھ علم اللہ تعالیٰ کی نسبت حاصل ہے وہ محض اس الہام کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنا اظہار انسانیت پر کیا۔ لیکن یہ عقیدہ کہ انسانیت ہی خدائیت ہے سیدھا ہندو مت کی طرف لے جاتا ہے یا جس کو موجودہ زمانے میں ایسولیوٹزم (Absolutism) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ جو کچھ بھی نیک و بد ہو رہا ہے وہ خدا ہی کر رہا ہے بالفاظ دیگر یہ کہنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ

نیکی و بدی سے بالا ہے یعنی نیکی بدی کوئی چیز نہیں یہ سب کچھ اسی کا کرشمہ ہے۔
 ”فطرت انسانی کا بہت سا حصہ ایسا ہے جسکو کبھی خدائی حصہ نہیں کہا
 جاسکتا یہی وجہ تھی کہ عیسائی علماء کو پچھلے زمانوں میں یہ مصیبت پیش آئی
 کہ خدائی اوتار اور حلول کو تسلیم کریں تاکہ کم از بندہ اور خدا دو جداگانہ چیزیں
 ہیں۔“

”اگر ہم اس امر پر اعتقاد رکھیں کہ ہر ایک روح ایک نہ ایک حد تک
 الٰہی منشاء کا اظہار کر رہی ہے اور نیز یہ کہ دنیا میں جس قدر انبیاء و رسل
 گذرے ہیں وہ عامی لوگوں کی نسبت زیادہ منشاء الٰہی کے پورے کر نیوالے
 تھے تو پھر ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ ایک شخص میں باقی لوگوں کی نسبت
 خدائی منشاء کا اظہار اعلیٰ و اتم طور پر ہوا تو اس حد تک ہم مسیحؑ میں الوہی
 صفات ماننے کے لئے طیار ہیں۔ اور یہی معنی ہیں مسیحؑ کی الوہیت کے“
 محمد دین

بائبل کے ایک تانوں پر نظر

موجودہ عہد نامہ عتیق (جسے قرآن مجید موجودہ شکل میں ایک محرف
 کتاب قرار دیتا ہے) ہم کو بتاتا ہے کہ آدم اور حوا شجرہ ممنوعہ کھا کر خدا تعالیٰ
 کی نظر میں گنہگار ٹھہرے اور اس گناہ کی سزا میں آدمؑ کی لغزش کی وجہ سے
 مردوں کو پیشانی کے پسینہ سے روٹی کھانا اور حواؑ کی نافرمانی کے سبب
 عورتوں کو دردِ زہ سے بچہ جننا پڑا چنانچہ ہم ذیل میں بائبل کی وہ آیات لکھتے
 ہیں جن میں یہ مضمون درج ہے۔

خدا نے ”عورت سے کہا کہ میں تیرے عمل میں تیرے درد کو بڑھاؤں گا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور درد سے ٹوٹا کے جینگی اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا
اور وہ تجھ پر حکومت کریگا اور آدم سے کہا..... کہ زمین تیرے
سبب لعنتی ہوئی اور تکلیف کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس سے
کھائیگا اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹن کا رے آگادینگے
اور تو کھیت کی نبات کھائیگا تو اپنے منہ کے پسینہ کی روٹی
کھائیگا جب تک کہ زمین میں پھر نہ جاوے کہ تو اس سے نکالا
گیا ہے کہ تو خاک ہے اور پھر خاک میں جائیگا۔“

(پیدائش باب ۳ آیت ۱۶-۱۹)

اس حوالہ سے شخص معلوم کر سکتا ہے کہ موجودہ بائبل کی رو سے عورتوں کے
درد زہ سے بچہ جننے اور ولادت کے وقت خطرناک تکلیف سہنے کی وجہ
صرف ان کی بڑی اماں حوا کی نافرمانی ہے یعنی اگر حوا شجرہ ممنوعہ نہ کھاتی
اور نہ خداوند کی مخالفت کو توڑتی بلکہ جنت عدن کے اور ہزاروں لذیذ
میوؤں تک اپنی خواہش کو محدود رکھتی تو آدم بیٹیوں کو یہ روز بدنہ دیکھنا
پڑتا کہ وہ ہرنچکے کی پیدائش پر ایک دفعہ موت کا منہ دیکھیں۔ تکلیف و
درد کا یہ قانون حوا کی ایک خواہش نفسانی کا کرشمہ اور محض ایک ہی استدعا کا
نتیجہ ہے۔ یہ ہے وہ تھیوری جو موجودہ بائبل پیش کرتی ہے لیکن اگر ہم ذرا
بھی اپنی نظر کو وسعت دیں تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ بائبل کا یہ اصول غلط
ہے۔ جیسا کہ اس پر آشوب زمانہ کے مصلح حضرت مرزا غلام احمد صاحب موعود
وہمدی مسعود رئیس قادیان نے اپنے چالیس سالہ اصلاح کے زمانہ میں
موجودہ معرفت بائبل کے تمام غلط اصولوں کو غلط ثابت کر کے دکھلایا ہے۔
میں جیسا کہ ابھی ابھی بیان کر چکا ہوں ناظرین کی خدمت میں التماس کرتا
ہوں کہ وہ اپنی نظر کو وسعت دیں یعنی بنی آدم کے دائرہ سے نظر ہٹا کر اور

بائیل کے ایک قانون پر نظر

جلد ۲

حیوانات کی طرف دیکھیں کہ آیا ان میں ولادت کا کوئی قانون بھی ہے یا نہیں اور آیا وہ زمین سے نباتات کی طرح اُگتے ہیں یا وہ بھی انسان کی طرح زرمادہ سے پیدا ہوتے ہیں؟ ہمارے اس نظر دوڑانے پر ہم کو صاف طور پر نظر آئیگا کہ دنیا کے ہزاروں قسم کے حیوانات جو تعداد میں انسانی افراد سے شمار میں کروڑوں گنا سے بھی زیادہ ہیں قریباً سب کے سب باپ کے نطفہ اور ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں اور سب کی مائیں ولادت کے وقت اسی طرح تکلیف اٹھاتی ہیں بطورِ حوا کی بیٹیاں اٹھاتی ہیں اور حمل کی جو شقیں دخترانِ حوا جھیلتی ہیں وہی تکالیف تمام مادہ جانوروں کے حصہ میں قدرتی لازمی قرار دی ہیں چنانچہ ہر شخص جس نے اپنے گھر میں گائے بھینس بکری یا اور کوئی جانور پالا ہے وہ جانتا ہے کہ وضع حمل کے وقت جانور کو کیسی تکلیف ہوتی ہے اور ولادت کے قریب کقدر سخت اضطراب ان جانوروں کی حرکات سے محسوس و مشہور ہوتا ہے بلکہ بعض جانور تو ولادت کے صدقات برداشت نہیں کر سکتے اور مر جاتے ہیں۔ دودھ پلانے والے جانوروں کو جانے دو اندے کے ذریعہ بچے پیدا کرنے والے جانوروں کو دیکھو تو محسوس ہوگا کہ دردِ زہ کی جو تکلیف حوا کی کوئی بیٹی تو مہینہ کے بعد ایک دفعہ برداشت کرتی ہے اتنی ہی تکلیف ایک مرغی اندے دینے کے زمانہ میں ہر روز ایک دفعہ اٹھاتی ہے قریباً ہر شخص جانتا ہے کہ اندا دینے سے ایک دو گھنٹہ پہلے مرغی کو درد اور اضطراب شروع ہوتا ہے اور مرغی بے قراری میں ادھر ادھر چینی پھرتی ہے اور جب کئی گھنٹہ کے متواتر دردِ زہ کے بعد اندا دیتی ہے تو ضعف کے مارے اپنی جگہ سے کئی منٹ تک حرکت نہیں کر سکتی اور ہر عقلمند عورت ایسے موقع پر مرغی کو آٹا وغیرہ مناسب غذا دیکر ضعف سے بچاتی ہے غرض دردِ زہ ایک ایسا قانون ہے جو حوا کی بیٹیوں تک محدود نہیں بلکہ ہر مادہ جانور اس میں

مبتلا ہے۔ اور یہ ایک ایسا کلیہ ہے جس کا دائرہ صرف عورتوں پر ہی مشتمل نہیں بلکہ اس کی وسعت تمام حیوانات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے پس اس قانون کی عالمگیر وسعت کو دیکھ کر ہم بائبل کے مذکورہ بالا قانون کو جھٹلاتے ہیں۔۔۔۔۔ اور صاف کہتے ہیں کہ اسے یورپ عقلمندو! اور اسے علم بیطار کے عیسائی ماہر عورتوں کا درد زہ سے جتنا اگر حوا کے گناہ کی وجہ سے ہے تو بتاؤ تو سہی کہ باقی مادہ حیوانات کا ولادت کے وقت خطرناک تکلیف اٹھانا انکی کس اماں کی نافرمانی کا نتیجہ ہے؟ اور اسے کفارہ کے خدائوں! اگر اور جانور معصوم ہو کر جیسا کہ بائبل سانپ کے سوا سب جانوروں کی بیگناہ ٹھہراتی ہے) درد زہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو عورتوں کے درد زہ میں مبتلا ہونیکو تم کیوں حوا کی کسی لغزش کا نتیجہ تصور کرتے ہو؟ کیوں نہیں تم اسے خدا کا ایک ایسا قانون قرار دیتے جس کا اثر معصوم اور غیر معصوم دونوں پر ہوتا ہے اور جس کا وجود نیکی یا گناہ کسی پر بھی منحصر نہیں۔ والسلام

سید محمد اسحاق قادیان

آریہ سماج



سوامی دیانند صاحب کی تصانیف اور آریہ سماج کے دوسرے لٹریچر اور اس کی گذشتہ تاریخ سے صاف معلوم ہوتا رہا ہے کہ آریہ سماج اصل میں ایک پولیٹیکن جاع ہے مذہب کو انہوں نے ایک اڑبنا یا ہوا ہے لیکن یہ ہمارا اجتہاد ہی اجتہاد تھا اگرچہ اس اجتہاد کے سچا ہونے میں ہمیں کبھی شبہ پیدا نہیں ہوا بلکہ واقعات اسکی ہمیشہ تصدیق کرتے رہے لیکن لالہ لاجپت رائے صاحب کی تحریر پر کاشی رشی برہمن میں پڑھکر ہمیں نہ صرف ایک گونہ مسرت ہی حاصل نہ ہوئی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوۃ والسلام کی معجزہ نادر بینی پر اور بھی یقین وائق حاصل ہو گیا۔ حضورؐ نے ایک سے زائد مرتبہ فرمایا کہ ہم میں سے بہت سے لوگ زندہ ہونگے جو آریہ سماج کی موت کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس وقت جو سماج کا مذہبی جوش و خروش تھا وہ محض آنی تھا اصل میں اس مذہبی جوش کے نیچے ایک پولیٹیکل روح کام کر رہی تھی اور یہ ایک قدرتی اور اٹل مسئلہ ہے کہ مذہب پولیٹیکس کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ مذہب کی غرض سچائی۔ ہمدردی بنی نوع اور تمام مخلوق کی بھلائی ہے لیکن پولیٹیکس اس کے بالکل برعکس واقع ہوا ہے پولیٹیکس کا ہمارا پارٹی سپرٹ ہے جس سے سچائی اور ہمدردی اور بہبودی خلق کو سوں بھاگتی ہیں علاوہ ازیں پولیٹیکس کے اندر ایک انہماک اور کشش ہوتی ہے کہ انسان خود بخود کھچا چلا جاتا ہے کہ اس میں پڑنے والے کے لئے سچا جھوٹ میں تمیز کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اسکی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ اپنے خصم کو زک پہنچائے۔ اسی لئے مذہب اور پولیٹیکس اکٹھے ہوئے مذہب کی ہستی پولیٹیکس میں مدغم ہو جاتی ہے۔ سو یہ نظارہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور تو اور خود آریہ سماج کے اندر سے اب بڑے زور و شور سے ندائیں آرہی ہیں کہ آریہ سماج مر چکی ہے۔ لالہ لاجپت رائے صاحب اگرچہ کھلے طور پر تو نہیں کہتے مگر یہ وہ صاف تسلیم کرتے ہیں کہ آریہ سماج کے اندر سے فوجانی زائل ہو رہی ہے اور آریہ سماج بحیثیت مجموعی بڑھاپے کی طرف جا رہی ہے۔“

لالہ صاحب کی تحریر پڑھ کر بعض ایسے امور کا بھی پتہ ملتا ہے کہ آریہ سماج اصل میں کبھی بھی مذہبی جماعت نہ تھی چنانچہ لالہ صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں۔ ”کہ آریہ سماج کے موجودہ نیم (اصول) لاہور میں بنائے گئے ان اصولوں کو موجودہ شکل دینے میں ان آدمیوں کا ہاتھ تھا جو سنسکرت کی نفیست و مذہبی محکمہ خیال سے محض صفر تھے۔۔۔۔۔ اس وقت آریہ سماج کی ترقی میں ایسے

تمبائے

ریو کو آئینہ

۴۳۳

لوگوں کا بھی ہاتھ تھا جو آریہ سماج کے مذہبی عقیدہ کے قائل نہ تھے مگر آریہ سماج کے قومی کام سے پوری ہمدردی رکھتے تھے۔ آگے چل کر لالہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ویدوں کو بھی اگر الہامی مانا جاتا تھا تو اس لئے کہ وہ قومی گرنہ تھے۔ باقی رہا یہ امر کہ مذہب کو کیوں آرٹ بنایا گیا اس کے متعلق لالہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت تک ہندوستانی قومیت کا راگ قبل از وقت معلوم ہوتا تھا۔ ہاں یہ سوال کہ لالہ صاحب صاحب کی رائے اس معاملہ میں کتنا مستند ہے اس کے متعلق صرف اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے کہ لالہ صاحب موصوف امریکی جانچ سے پہلے آریہ سماج کی روح روان تھے چنانچہ آپ اپنے مضمون کے اختتام پر دستخط کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”آریہ سماج کا پرانا سیوک“ محمد دین

ما فوق العادت



من شکر بہرہ ہرچہ گوئم کہ لطفہ * از خود چو میرد بخداے بر دما
یہ بحث چھوڑ کر کہ کوئی عادت نیک اور محمود ہے اور کوئی بُری اور مذکورہ جس کام کرنا ہم عادی ہیں یا جو کام ہم اپنے ارد گرد ہوتے دیکھتے ہیں یا جن کاموں کی بابت ہمیں یہ شہادت ملتی ہے کہ وہ ہوتے یا ہوتے ہیں وہ تحت العادت ہیں یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ جس قدر کام دنیا میں ہوئے ہیں یا ہو چکے ہیں اور جن پر تحریر یعنی اور سماعی شہادت شاہد ہے وہ خارج از عادت خارج از عقل اور خارج از تجربہ نہیں ہیں اگر کوئی شخص کہے کہ ایک انسان دن بھر میں سیدل ۳۲ میل مسافت کرتا اور کبھی کبھی ہوا میں بھی اڑتا ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ صحیح نہیں اور ہم اسے تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ ایسا نہ تو ہم خود ہی کہہ سکتے ہیں اور نہ اس پر کوئی عقلی سماعی اور تجربی شہادت ہے اسی طرح اگر کوئی کہے کہ زبرد اندھا بھی ہے اور دیکھتا بھی، زبرد بہرہ گونگا بھی ہے اور سنتا اور بولتا بھی، تو یہ صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ ہونہیں سکتا نہ ہم نے خود ایسا دیکھا اور نہ سنا۔ یا تو ہم خود دیکھ کر یقین کرتے ہیں

اور یا نہ بشرطیکہ ایسی سماعت یقینی اور قرین عقل بھی ہو بہت سی باتیں اور بہت سے واقعات ہم روایتی رنگ میں ہی تسلیم کر کے عادی ہیں بشرطیکہ ایسی روایات تنقید شدہ ہوں اگرچہ بعض اوقات بعض روایات کمزور اور غلط بھی ہوتی ہیں مگر جب تک انکی غلطی اور سقم نہ کھلے تب تک ہم انکی تغلیط پر آمادہ نہیں ہوتے۔ عادات کا سلسلہ دو رنگ رکھتا ہے ایک قدرتی قوانین کے سلسلہ میں اور دوسرے افعال و تجربات و معلومات کے سلسلہ میں قدرتی عادات دو قسم پر ہیں ایک وہ جو اس دور زندگی میں معمول ہیں اور جن تک ہم پہنچنے کیلئے راعی رہتے ہیں اور ایک وہ جو ہماری حدود دریافت سے بالاتر ہیں اس قسم کے سب سلسلے خواہ وہ تجربہ پر موقوف ہوں خواہ عینی ہوں اور خواہ سماعتی خواہ عقلی اور خواہ روایتی۔ کچھ تو مستقل اور غیر متغیر ہوتے ہیں اور کچھ غیر مستقل اور قابل تغیر۔ شروع میں اگرچہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کونسا سلسلہ برابر ایک ہی رنگ میں چلا جائے گا اور کونسا ایسا ہے کہ جس کا سلسلہ ٹوٹ کر کوئی اور رنگ نمودار ہو گا جو بعض باتیں انسان سلسلہ عادات کے تحت غیر متبدل اور محال جانتے تھے کسی مابعد زمانہ میں ہی باتیں ممکن الوقوع ہو گئیں جس وقت دنیا میں سلسلہ تاریقی۔ لاسکی وغیرہ جاری نہیں تھا جن میں یورپین نہیں تھا اس زمانہ میں سب لوگ اس قسم کی باتیں محال جانتے تھے لیکن اس عہد میں ایسی باتیں اور ایسے محالات عادات کے خلاف ثابت نہیں ہوتے۔ جب لوگ عام لوگ ہی نہیں بلکہ خواص بھی اس قسم کی باتیں گزشتہ صدیوں میں سنتے تھے تو سنکر ما فوق العادت کہہ خاموش رہتے تھے اگر کوئی اسپر امر کرتا تو اسے بہت سے لوگ پاگل اور مجنون سمجھتے تھے آج یہ حالت اور یہ کیفیت ہے کہ جاہل سے جاہل بھی انکار نہیں کرتا اس قسم کے واقعات اور تغیرات ثابت کرتے ہیں کہ انسانی عادات تجروں و مزید معلومات و مزید تحقیقات اور مزید مشاہدات کے تحت تغیر پذیر ہیں جب تغیر پذیر ہوتی ہیں تو وہی تغیرات رفتہ رفتہ عادات ہو جاتی ہیں اور لوگ انپر ایسا ہی یقین اور اعتماد کرتے ہیں جیسے پہلی عادتوں پر کرتے تھے۔ اب اگر کسی کو کہا جائے کہ ٹرین فرش زمین پر

دوڑتی پھرتی اور ہوائی جہاز فضائے آسمان اور ہوا میں اڑتے اور لاسکی۔ دہرتی کے ذریعہ سے منٹوں اور گھنٹوں میں ہزاروں کو س پر خبریں روانہ کی جاتی ہیں تو کوئی بھی انکاری نہیں ہوتا۔ اگر گزشتہ زمانوں میں کوئی ایسی باتیں کہتا تو کہنے والے کو دیوانہ کہا جاتا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ آنے والی گھڑیوں میں اس قسم کی ترقیات اور مزید معلومات نہیں ہونگی اور اسی طرح لوگ انہر بھی یقین نہیں کریں گے اور پچھلی عادتیں نئی باتوں سے متخیر نہیں ہونگی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ابھی انسان اپنی قوتوں اور اپنے جذبات کے تحت اور بھی کتنی دور چلا جائیگا اور کن کن مخفی امور اور مکتومہ رموز پر روشنی پڑے گی۔

شروع دنیا ہی سے نہیں شروع زمانہ تاریخ سے اگر انسانی ترقیات اور انسانی معلومات کا جائزہ لیا جائے تو پتہ لگ سکتا ہے کہ کس طرح انسانی خیالات انسانی عادات انسانی نظریوں اور معلومات میں تغیر کرتا رہا اور کس طرح پرانے خیالات پرانی عادات کے بجائے جدید معلومات اور جدید عادات کا دور دورا ہوتا گیا۔ آج اگر پرانی باتوں میں سے بعض باتیں موجودہ انسانوں کے رویہ بیان اور پیش کی جائیں تو بہت سے لوگ ہنس دینگے۔ اگر ہم آج کسی گزشتہ دور کو خواب میں بھی یہ جدید کہانیاں سنائیں تو وہ بھی یقین نہ کرے جس عہد کے لوگ اعضائی اشاروں اور آوازی اشاروں سے بات چیت کیا کرتے تھے اگر انہیں ہم اس وقت کی تقریر اور تحریر کا خاکہ دکھائیں تو شاید مشکل ہی سے یقین کریں۔

وہ باتیں وہ رموز اور امور جو عادات کے بالا تر یا فوق العادت ہیں یہ قسم ہیں۔

(الف) مافوق العادت نسبتی۔

(ب) مافوق العادت میعادى اور حاضرہ۔

(ج) مافوق العادت بلا تعین میعاد۔

نسبتی مافوق العادت وہ امور اور وہ رموز ہیں جو بعض اشخاص کے مقابلہ میں

ما فوق العادت ہیں اور بعض کے مقابلہ میں عادات کے خلاف نہیں ہیں۔ ایک حکیم ایک تجربہ کار کے مقابلہ میں دوسرا شخص وہ باتیں اور وہ عمل نہیں کر سکتا جو ایک حکیم اور تجربہ کار کر سکتا ہے۔ ایک عام آدمی جب ٹرین چلتی دیکھتا ہے تو یہ نہیں جان سکتا کہ کیونکر اس قدر تیز چل رہی ہے لیکن جو ماہر ہیں وہ جانتے ہیں۔ ایک سمرایز جو عمل کرتا ہے اسے دوسرے ناواقف لوگ نہیں جان سکتے تا وقتیکہ سیکھیں نہیں ایک اشرافی اپنے رنگ میں عمل کرتا ہے لیکن دوسرے لوگ نہیں جان سکتے اور نہ جاننے تک یہی کہیں گے کہ یہ باتیں خلاف عادت ہیں۔

ما فوق العادت میعاد دی وہ باتیں وہ معلومات اور وہ رموز ہیں جو کسی خاص زمانہ سے مربوط اور وابستہ ہیں مثلاً اس عہد میں جو قدر ترقیات اور جو قدر معلومات علمیہ اور جو قدر مشینیں تکوین پذیر ہوئیں اور نکلی ہیں وہ اپنے اپنے طور سے پہلے میعاد دی تھیں جب ان کا زمانہ آگیا تو ایسے سب کمالات مستفہ طور میں آتے گئے اور لوگ ان سے مستفید ہونے لگے۔

اسی طرح جو باتیں اور جو معلومات اب تک ظاہر نہیں ہوئے ہیں اپنی اپنی میعاد پر نمود آئندہ میں ان کا بھی ظہور ہوتا رہے گا اس حد تک اور اس زمانہ تک جو قدرت کر چکی ہے انہیں وہ نسلیں اور وہ ذریعات حل کر گئی کہ جن کے ذمہ ہمت پر ایسے عقد کا حل رکھا گیا ہے اور جو لوگ اس کے اہل ہیں۔

كُلُّ امْرِئٍ رَهُونٌ بَاَوْ قَاتِلِهٖا

ما فوق العادت کی دو شقیں جو ہم نے اوپر بیان کی ہیں ان سے کسی کو انکار نہیں کیونکہ باوجود اسکے کہ ان کا کچھ حصہ اوجھل بھی ایک وقت تک رہتا ہے پھر بھی یہ من اجل البدیہیات ہیں۔ اب رہا تیسرا حصہ یا تیسری شق۔ جب یہ دو حصے درست نکلے تو یہ یقین کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا کہ تیسرا حصہ بھی صحیح اور درست ہے تیسرا حصہ ما فوق العادت کا وہ حصہ ہے جو شروع ہی سے اوجھل اور بالالاز

عقل و تجربہ و قیاس چلا آتا ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کی میعاد کیا ہے اور وہ کب ختم ہوگی اور کس طرح ختم ہوگی اگرچہ وہ حصہ عقل و فراست کے خلاف نہیں ہے لیکن جو عقل ہمیں دی گئی ہے اس کی وہاں تک پہنچ اور رسائی نہیں ہے ہماری فطرت اور ہم میں سے بعض مقدس فطرت والوں نے ہمیں اس حصہ کی بابت جو کچھ کہا ہے ہم اس پر یقین رکھتے ہیں اور اسی کے شیدائی ہیں۔

دیوانہ پیغام نگاہت دل کا : سواڑہ بوئے بہار است دل ما

دوسرے الفاظ میں اس حصہ مکتومہ کا نام روحانیات و جہانیات اور مذہب ہے اس کی بھی دو شقیں ہیں ایک شوق میں کچھ کچھ باتیں کھول کر ہی کہی گئی ہیں جن کے ہم کسی مذہب کو مان کر عادی اور عامل بھی ہوتے ہیں اور دوسری شوق میں ایسی باتیں اور ایسی رموز بیان کی گئی ہیں جو ایک عمر کے جن کی حقیقت ہم پہنچلی نہیں اور نہ کھل سکتی ہے ہم نے یہ ادھیل اور مخفی شوق اس صبر اور اس شوق سے نشی ہے کہ ہم اس سے زیادہ ایک قدم بھی بڑھانا نہیں چاہتے کیونکہ کہنے والے پر ہمیں اس قسم کا اعتماد ہے کہ ہم تک کرنا دیوانگی خیال کرتے ہیں۔ عشق میں جب نگاہ حسن کام کر جاتی ہے تو پھر حسین سے یہ پوچھنا لگتا ہے کہ تمہاری نگاہ میں ایسی کشش کیوں ہے اور کیوں نگاہ کام لگتی ایسے شیدائیوں کے دل و دماغ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ خود تو بزبان حال بیان نہیں کر سکتے اور زبان حال بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔

در خواب ندید آنکہ شبے جلوہ یوسف + از حال زینیا چہ خبر داشتہ باشد

یہ کہنا کہ کوئی بات اور کوئی رمز مافوق العادت ہو ہی نہیں سکتی ایک سمجھت ہے جب بعض باتیں بعض انسانوں کے مقابلہ میں عامیانہ رنگ میں بھی نسبتاً مافوق العاد ہیں تو کیوں یہ تیسری قسم کا سلسلہ بھی نہیں ہو سکتا یہ بات اس حالت میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب ہمیں قوانین قدرت اور ضوابط عالم پر کلیتاً ضبط و دخل ہو جب یہ نہیں تو پھر کہہ سکتے ہیں کہ ایسا ہونا ہو سکتا ہے جو باتیں اور جو رموز صدیوں کے بعد یا اس صدی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں کھلی اور عمل میں آتی ہیں ان کی روش اور ان کا موقعہ اظہار یہی شاہد ہے کہ ایسی باتیں اور ایسی رمزیں وقت مقررہ پر ہی کھلا کرتی ہیں۔

دنیا میں اس وقت دو شعبے عمل پذیر ہیں مذہب اور مذہب کے علاوہ دیگر عقلی۔ فلسفیانہ تجربے اور امور تحت سائنس و حکمت مذہب کے سوائے اور جبکہ رموز اور امور میں ان میں انسان ہمیشہ رویت یقین اور تجربہ کا محتاج رہتا ہے لیکن مذہبی امور میں تحت عقیدت سب کچھ قبول کیا جاتا ہے جب کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ مذہبی رموز اور مذہبی امور بھی ایسے ہی فلسفہ اور سائنس کے معیار پر کھوٹے کھرے ہونے چاہیئے جیسے دیگر امور ہوتے ہیں تو اس میں ایک مغالطہ لگ جاتا ہے جب دونوں کا کرہ جداگانہ ہے تو استدلال کا طریقہ بھی جداگانہ ہی ہونا چاہیئے جب مذہب یہ کہتا ہے کہ ایک روح بھی ہے اور وہ بعد از قالب چھوڑنے کے فنا نہیں ہوگی اور اس دور زندگی کے سوائے ایک اور بھی دور زندگی ہے جو مرنے کے بعد آئیگا اور اس دور میں انسان بوجہ اپنے اعمال۔ اور افعال جزا اور سزا کے بھی مستوجب ہونگے تو یہ سب باتیں سلسلہ ما فوق العادت ہی سے وابستگی رکھتی ہیں ان امور یا ان رموز کی تحقیق اور تدقیق عقلی پہلو سے کرنا ایک دوسری راہ لینا ہے جو عقل اس موجودہ زندگی میں کام دے رہی ہے وہ عقل ان ما فوق العادت مقامات تک رسائی نہ رکھنے کی وجہ سے قاصر رہ جاتی ہے ایسے مسائل الہامی عقل ہی پیش کرتی اور الہامی عقل ہی ان کا حل بھی ہوتا ہے سائنس چونکہ ان حدود تک نہیں پہنچ سکتا اس واسطے وہ ان مقامات میں کام نہیں دے سکتا۔

یہ کہنا کہ کس طرح سوائے عقلی دلائل اور تجربہ و رویت کے ان مسائل پر یقین ہو سکتا ہے درست نہیں کیونکہ ہم سائنس اور حکمت و فلسفہ کی حدود میں رہ کر بھی اس قسم کے مسائل پر یقین کرنے کے عادی ہیں سائنس تجربہ کرتے کرتے بہت دور تک پہنچتا اور بال کی کھال تک نکالتا ہے لیکن پھر بھی کئی اشیاء کی دریافت نہ جاتا

نمبر ۱۱

ریویو آف

۴۴۹

ہے جو کچھ پھر کے عالم میں ہو رہا ہے اور جو مناظر ہمارے ارد گرد محیط ہیں انہیں ہم دیکھتے تو ہیں اور ان کی بعض کیفیات اور رموز تک ہمیں رسائی بھی ہے لیکن بایں ہمہ ان کی کنہ کا علم نہیں ہے کبھی قرائن سے کام لیتے ہیں اور کبھی آثار اور تاثرات سے ہوا۔ پانی اور آگ کی نسبت ہم نے بہت کچھ چھان بین بھی کی۔ اور ان سے کام بھی بہت کچھ لئے۔ بجلی کی طاقتوں سے کام بھی لیا اور ایک طرح اُسے اپنے قابو میں بھی کر رکھا ہے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ ان طاقتوں کی کلی حقائق کا ہمیں علم ہو گیا ہے اور اب کوئی بات ان کی ہم سے مخفی نہیں رہی ہے ہم ان اشیاء اور ان طاقتوں کی بعض حقائق اور کیفیات پر جو یقین رکھتے ہیں تو ایک صورت میں جزوی رنگ میں ہی اور ہم میں سے بہتوں کا یقین محض روایتی اور اضافی ہی ہوتا ہے ہم میں سے بہت سے لوگ باوجود نہ سمجھنے کے بھی اس واسطے ایسی باتیں مانتے ہیں کہ بعض حکیم فلاسفر اور سائنس دان ایسا کہتے ہیں لیکن جب ہم مذہبی درس میں آتے ہیں تو استاد ان ازل سے بعض سبق سُن کر حیران اور پریشان ہو جاتے ہیں کہ ان مخفیات کا یقین کیونکر کیا جائے نہ تو اس درس میں داخل ہو کر ہم قرائن سے کام لینا پسند کرتے ہیں اور نہ آثار و تاثرات پر اعتبار رہتا ہے یہی اصرار ہوتا ہے جب تک روح دیکھیں نہیں جب تک یوم محشر میں ہمیں اسی دُور زندگی میں بلا یا نہ جائے جب تک خدا کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں اور باتیں نہ کریں اور اس کا اپنے رنگ میں جاڑہ نہیں تب تک اعتماد اور یقین شکل ہے کوئی وجہ نہیں کہ خواہ مخواہ ایسے روحانی استادوں پر یقین کیا جائے اور انکی صداقت پر فہر لگائی جائے جب ہم ایسے نکتہ چینوں سے پوچھتے ہیں کہ تم خود ہی اپنی ذاتی قوتوں اور دعوے کی بابت ذرا ہمیں بھی پھر خاموش رہ جاتے ہیں اور یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ یہ باتیں سمجھ اور بیان سے باہر ہیں زبانِ قلم سے سمجھا نہیں سکتے اور زبانِ حال کا سچنا اس سے بھی مشکل ہے۔

ماگم شد گادشت عشقیم : اے خضر ممکن سر اس غمارا
 یہ نظریہ کہ ہم بغیر دیکھنے کے کسی چیز اور کسی کیفیت کا اقرار ہی نہیں کر سکتے ایک فیہرہ
 خیال ہے اس دور زندگی میں رہ کر ہم کیہ ہی نہیں سکتے ہم ایک نہیں بہت سی باتوں
 اور کیفیات کا بغیر دیکھے ہی یقین کرتے ہیں کبھی آثار سے کام لیتے ہیں اور کبھی قرائن
 سے استدلال کرتے ہیں یہ کمنا کہ بغیر دیکھے شانتی اور اعتماد ہو ہی نہیں سکتا ایک
 غلطی ہے مذاہب کی بہت سی باتیں صرف سماعتی اور غیر مرئی ہیں خدا کو کس نے
 دیکھا ہے لیکن ساری دنیا جس قسم کا اعتماد اور وثوق رکھتی ہے وہ فلسفہ اور
 سائنس کے مسائل پر کہاں ہے ہم نے آج تک کسی سائنس دان کو کسی مسئلہ
 سائنس کے متعلق خود کو کسی مصیبت میں پڑنے نہ دیکھا لیکن مذاہب والوں میں
 سے صد ہا ہی کو نہیں ہزاروں کو عقیدت مذہبی پر جان نثار کرتے دیکھتے ہیں۔
 یقین اور اعتماد میں جان نثاری نہیں ہو سکتی محبت اور کشش میں ہوتی ہے
 مذہب کے ساتھ لوگوں کو چونکہ محبت ہوتی ہے اس واسطے جان نثار بھی ہوتے
 ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ مذاہب والوں سے زیادہ تر کوئی اور شانت ہوتا ہے
 جو عقیدت اور وثوق مذاہب والوں کو ما فوق العادت امور اور رموز سے ہوتا
 ہے وہ سائنس کے مسائل اور تحقیقوں پر کب ہوتا ہے مذاہب والے ایسے
 امور اور ایسی رموز کے انکار سے اخیر تک مجتنب رہتے ہیں اور جان جائے پھر بھی
 منکر نہیں ہوتے اور دوسری طرف انکار اور اعتراف کی قیمت عموماً برابر ہی
 ہوتی ہے :

اس طریق عمل سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جن امور کو سائنس دان خلاف
 عقل کہتے ہیں ان پر مذاہب والے کس قدر یقین اور اعتماد رکھتے ہیں اور جنہیں
 معقولات میں رکھتے ہیں ان پر لوگ کیسا یقین رکھتے ہیں یہ بات کہ مذاہب
 کی باتوں میں مذاہب کے درمیان اختلاف رہتا ہے سو یہ کوئی دلیل بطلان امور

ما فوق العادت کی نہیں ہے اس سے زیادہ خود فلسفہ اور سائنس کے مسائل میں رہتا ہے مذاہب کی اصولی باتیں تو شروع سے لیکر اب تک جیوں کی تیوں میں صرف فروعی باتوں میں اختلاف ہے۔ مذاہب دلوں پر حکومت کرتا ہے اور دل ہی اس کے مصدق اور معترف ہیں مذاہب اپنے ماننے والوں کو ایک مضبوط چٹان پر لا کر کھڑا کر دیتا ہے۔ قدرِ
خوشم از خرقہ مستانہ دل چہ خدا آباد دار و خانہ دل (مرزا سلطان احمد - قادیان)

تربیت قادیان

گذشتہ سال جو کچھ شورش لاہور کے کالج کے طلباء میں ہوئی۔ وہ کوئی لاہور پری موقوف نہیں تھی ملک کے مختلف حصص میں اسکے اثرات نمودار ہوئے۔ مگر اس بل پل کے زمانے میں جبکہ نوجوانان کالج جوش و خروش وقت کے ماتحت بہت حد تک سپلن کو بھول گئے تھے اس وقت نوجوانان قادیان نے جو مختلف کالجوں میں پڑھتے اور اچھے پڑھنے والہور میں رہتے تھے ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ چال چلن ملک کے سامنے پیش کیا۔ کون نہیں جانتا کہ کن مشکلات میں سے ان مٹھی بھر نوجوانوں کو گزرنا پڑا۔ تمام کے تمام کالج کے طالب علم ایک طرف اور یہ مٹھی بھر نوجوان (۱۱) دوسری طرف۔ انکی بساط ہی کیا تھی فیصدی غالباً تین سے زیادہ نہ ہونگے لیکن وہ بڑی دیری اور جان بازی اور جان نثاری سے اور ایک امر کو حق جانتے ہوئے اس بات پر تل گئے کہ خواہے کچھ بھی ہو وہ اپنے اساتذہ کی جان و آبرو و ہر دو کی حفاظت کریں گے ان کو کسی قسم کا لالچ نہ تھا مذہبی نقطہ خیال سے ان کے پرنسپل اور پرنسپلز ان کے ویسے ہی مخالف تھے جیسے کہ دوسرے طلباء جو اپنے ان اساتذہ کی ہمتی کرنے میں غالباً حد اعتدال سے کوسوں دور جا پڑے تھے۔ پھر کونسی بات تھی

جو ان احمدی طلباء کو جن کا بیشتر حصہ تعلیم الاسلام ہائی سکول سے پاس ہو کر
 کالجوں میں داخل ہوا ہوا تھا کشاں کشاں اس امر کی طرف لیگئی کہ ان کو اپنے
 اساتذہ کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کرنی لازمی ہے اور اسکو
 انہوں نے اپنا مذہبی فرض سمجھا کہ وہ ایسا کریں اور جو ایسا نہ کرتے تھے وہ
 ان سے سخت نفرت تھے۔ آخر کوئی بات تھی وہ وہی تربیت تھی جو ہائی
 سکول قادیان میں پڑھ کر اور نیک اساتذہ کی صحبت میں رہ کر اور حضرت
 خلیفۃ المسیح ثانیؒ کے فیوض سے مستفیض ہو کر انہوں نے حاصل کی تھی۔
 اور تعلیم گویا ان کا جزو ایمان و عمل ہو گئی تھی غلط یا صحیح یہ امر دوسرا ہے
 کم از کم دنیا اس امر کا لوہا مان چکی ہے کہ تربیت قادیان ایک حیرت انگیز
 چیز ہے۔ یہ چیز ہر وقت ظاہر نہیں ہوا کرتی اور نہ خریدنے سے ملتی ہے
 اپنے موقع پر یہ تربیت اگر صحیح طریقہ پر کی جائے تو ضرور ظاہر ہو کر رہتی
 ہے۔ آخر دوسرے بھی ان جیسے ہی طالب علم تھے ان سے کیوں ضبط
 نہ ہو سکا۔ صاف بات کہ انکی کوئی تربیت نہیں ہوئی تھی۔ پس یہی ایک
 تربیت ہے جس کو انگریزی میں (Self Control) سے موسوم کیا جاتا ہے
 جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ کیونکہ بدی کا مقابلہ وہی کر سکتا ہے جس
 میں یہ مادہ اپنے نفس پر قابو پانے کا پیدا ہو گیا ہو اور یہی کیریکٹر کا
 جزو اعظم ہے اس کے بغیر کیریکٹر کیریکٹر نہیں۔

پس یہ احمدی طلباء مبارکبادی کے مستحق ہیں کہ وہ وقت پر میزان
 میں پورے اترے خدا تعالیٰ ان کو اس سے بڑھ کر نیکی کرنے کا موقع
 دے اور خدا کرے کہ ہائی سکول قادیان بیش از بیش اپنے مقصد
 میں کامیاب ہو۔

مختلف نصرت

جیون تت ۱۱۸ کے اشو میں لکھتا ہے کہ غلطی کے اقرار سے غلطی کی معافی نہیں ہو سکتی یہ اس حد تک تو صحیح ہے کہ محض لفظی اقرار سے غلطی معاف نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے ساتھ اصلاح کے آثار نہ ہوں۔ مگر یہ بھی غلط ہے کہ غلطی کا اقرار محض عدم ہے۔ حالانکہ اقرار غلطی اس امر پر دال ہوتا ہے کہ ایک شخص جو اس غلطی کا شکار ہے وہ اب سمجھ گیا ہے کہ اسکے اندر ایک بیماری ہے جس کا اسے علاج کرنا چاہیئے۔ یہ ایک طرح کی تشخیص کا کام مریض کیلئے دیجاتی ہے اور وہ اپنی بیماری کا خیال کر کے اس کے علاج کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص دوسرے کو گال دیتا ہے یہ ایک غلطی ہے جس کی تہ کے نیچے کبر اور نخوت اور حقارت ہے جب ایک شخص اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہے تو وہ اپنی طبیعت کو مقررہ ذیل کی طرف آمادہ کرتا ہے۔ بلکہ اپنی نفسانیت کبر و نخوت اور حقارت کی جڑ پر ضرب لگاتا ہے اسکی طبیعت میں فروتنی پیدا ہوتی ہے وہی اسکا علاج ہے۔

۱۔ مسلمان تحریک ترک سوالات میں ایسے منہمک اور سکے نشہ میں ایسے محمور ہو گئے ہیں کہ انہیں مذہب کا بھی خیال و احساس باقی نہیں رہا۔ وہ جادہ صداقت سے کوسوں دور ہو گئے ہیں اور انہوں نے مذہب کو خیر باد کہہ کر اور پس پشت ڈال کر حصول سولہ کو اپنا مذہب قرار دیا ہے وہ ہندوؤں کی دوش کا دم بھر رہی ہیں اور ہندو مسلم اتحاد کا راگ الاپ رہے ہیں۔ منقول از مشرق ۱۱۸

لالہ لاجپت رائے صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جب تک محمد علی شوکت علی یا جگت کو سزا نہ دی جائیگی ہمارا ملک ترقی نہیں کر سکتا ان میں سے کسی کسی کو سزا موت ملنی چاہیئے ہندوستان کی نجات اسی میں ہے۔ لالہ صاحب کا یہ ارشاد قابل مسرت نہیں بلکہ ہمارے لئے قابل مد ہزار اغوش ہے۔ اسوجہ ہے کہ اسکے مستحق مسٹر گاندھی اور علی برادر سے پہلے خود لالہ صاحب ہیں مگر ایسے موقعوں پر لالہ صاحب قدرت کی فیاضی سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ مشرق ۱۱۸

آٹھ روز تک رنگ بنانا مفت سیکھو

دنیا جانتی ہے کہ جرمنی کے بعد پہلے ہم نے رنگ بنایا۔ مگر چونکہ تمام ہندوستان کی ضرورت کو ہم پورا نہیں کر سکتے تھے اس لئے ہم نے ۳۰۰ نسخے اپنی کتاب کیمینوفیکچرنگ میں چھاپ دیئے ہیں اور رخاہ عام کی خاطر اسکی قیمت صرف پانچ روپے رکھی اسکے بعد جو نسخے ہمیں حاصل ہوئے وہ اپنے رسالہ دستکاری میں شائع کرتے رہو جسکی بدولت ہمیں کلکتہ ہر اس دہلی لاہور متحدہ کارخانہ جاری ہو گئے۔ مگر جن لوگوں نے ہمارے کسی نسخہ کو تجربہ کر کے نہیں دیکھا انکو یقین دلانیکی خاطر ایک ہفتہ تک رسالہ دستکاری شخص مفت منگو اگر فائدہ اٹھائے کمان سے نکلا ہو یا تیر زبان سے نکلا ہو فقرہ۔ اور کھویا ہو وقت کبھی واپس نہیں آتا۔ اسلئے آپ آج ہی منگو الیں (میجر رسالہ دستکاری دہلی)

پانچ سو روپیہ ماہوار

اگر کمانا چاہو۔ تو ہم سے صابون بنانا سیکھ لو۔ فیس ساٹھ روپیہ کی بجائے پندرہ روپیہ۔ گلیسرین پیرو پکے ماند صابون کی مکینہ بنانیکی مشین ہمراہ مفت۔ مگر نام پھونکنا کنتہہ کرانیکی اجرت تین روپیہ علیحدہ ہوگی صابون کی ترائیکہ مشین کے ہمراہ ہم اترانامہ بھی روانہ کریں گے جس پر لکھا ہوگا۔ اگر ہم بذریعہ تحریر انگریزی می دیمی بغیر چربی و مس قسم کا صابون اور مثل ولایتی کے سوڈا کرٹل بنانا سکھائے۔ یا اس میں دو گنا منافع نہ ہو۔ یا بارہ برس کا لڑکا ۵۰۰ روپے ماہوار کمال تیار نہ کر سکے۔ یا مشین میں ایک ادنس سے ۱۱ ادنس تک وزن کی ٹیکنہ بن سکے۔ تو یہ صاحب پانچ سو روپیہ پھر جانہ بذریعہ عدالت ہم سے وصول کر لیا حق رکھتے ہیں۔ پانچ روپیہ پیشگی وصول ہو بغیر تعمیل نہ ہوگی۔

میجر رسالہ دستکاری بادرہ درہ شیر افغان دہلی

ملکی صنعت کی تدرک و
۱۹۱۸ء
پنجاب

مقبول عام صنعتی تحفہ قادیان کا سرسبز
آپ کی سید کی سیویاں بنانے کی آہنی مشین
کے متعلق پبلک کی رائے

(۱) سمندر کو کوزہ میں بند کیا ہے

جناب محمد عین صاحب قانون گولڈن ضلع ملتان تحریر فرماتے ہیں:- آپ کی سید کی سیویاں کو
دیکھ کر ہر ایک سمجھدار انسان اس کا فریضہ ہو گیا۔ اسی وجہ سے میں نے دوبارہ منگوائی تھی۔ مگر
آپ کے کمال مہربانی سے ۱۶ عدد ارسال کر دیں جنکی ریت میں آپ کا مشکور ہوں۔ اب ہاتھوں کا
لوگ لے جا رہے ہیں۔ اس سید کے جلدی اور منگوائی پر ٹینگلی مشین کی بچنگلی اور مضبوطی میں آپ کے کمال کا
ہے۔ سیویاں خوب باریک نکلتی ہیں۔ اور بہت ہی کم محنت درکار ہوتی ہے۔ باوجود ان غریبوں
کے وزن میں اس قدر کم گویا سمندر کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ آپ کے دیانتداری سے کام کو نیکی
تقریباً بقدر کیجاوے کم ہے۔ دیکھ کر آپ کا کارخانہ ہندوستان بھر مشہور ہو جاوے گا۔

(۲) نعمت غیر مترقبہ

جناب بابو اکبر علیہ صاحب سب انجیر سونا ملکی ضلع بلکورا تحریر فرماتے ہیں:-
میرے مشین عید کے روز ملی مشکور ہوا۔ واقعی مشین سفر کے لئے نعمت
غیر مترقبہ ہے۔ ایک بڑی مشین ارسال فرماویں :-
غیر پرزہ پیتے۔ قیمت مشین مع پرزہ کہ جہاں مرضی ہو لگا لیں چھ روپے

ایم فضل کریم عبدالکریم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

نئی چیمہ ہیلک نئی ایجاد

ڈاکٹر ایس کے برن کے ریسرچ لیباٹری کاتیار کردہ ہیلک ہر قسم کے گھاؤ۔ درد۔ ہاتھ موج۔ کانٹھ۔ گھٹی۔ جھانٹی۔ مہاسہ۔ چکٹہ۔ ہاتھ پیروں کا پھٹنا۔ رد کھابن۔ بواہیر۔ آگ سے جلے ہوئے گھاؤ۔ جلن۔ چوٹ کی وجہ سے درد یا خون کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے لئے حکمی دوا ہے۔ چوہے۔ بلی۔ مگڑھی۔ برنی۔ بچھو۔ وغیرہ کے کانٹے ہوئے جگہ سے زہر دور کرنے کے لئے ہیلک ایک شرطیہ دوا ہے۔
 لوٹا۔ بول۔ کرکیٹ۔ جم ناسٹک۔ کھلاڑیوں کے لئے ہیلک۔ روزانہ استعمال کی چیز ہے۔ اس کے لگانے سے کسی قسم کی جلن وغیرہ نہیں ہوتی۔
 فی زمانہ اس قسم کی تمام دواؤں کے تجربہ کرنے پر ہیلک سب سے مفید ثابت ہوئی ہے۔ ہر گھر گریہت کو ہیلک کی ایک ڈبیہ ضرور رکھنا چاہیے۔
 قیمت فی ڈبیہ ۱۰ ار محمولہ ڈاک ۶

منہرا

منہرا

منہرا

اپنی خوشبو سے لوگوں کو متوالا بنا دیتا ہے

یوں تو خوشبو ہر سنٹ میں ہوتی ہے مگر اس کی بھینی بھینی خوشبو مفرج پائیدا تازہ کھلے ہوئے پھولوں کی سی ہے منہرا میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کی خوشبو پائیداری کے ساتھ دور تک پھیلتی ہے۔ اور چار یا پنج روز تک قائم رہتی ہے خوشبو کے شوقینوں کو اس کا ایک بار امتحان ضرور کرنا چاہیئے۔
 قیمت فی شیشی ۱۰ ار محمولہ ڈاک ۶

ڈاکٹر ایس کے برن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ